www.urducouncil.nic.in
نومبر 2015، قیمت: -/10 روپے

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اردو دنیا

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھئے ،اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سیمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیشکش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھئے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159

E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

جلد: 3 شمارہ: 11 نومبر 2015

مدیر : پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)

نائب مدیر : ڈاکٹر عبدالحی

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی -110025
فون: 49539000

شعبہ ادارت: 11-49539009

ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in

ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10 روپے، سالانہ /100 روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی -110066
فون: 26109746

ای میل: sales@ncpul.in
ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ
کمپلکس بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد -500002
فون: 040-24415194

اس شمارے میں

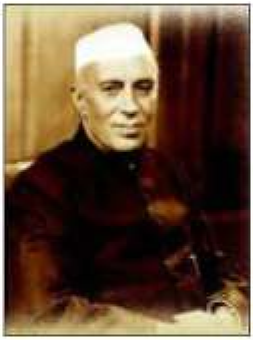

مدیر کا خط	آپس کی باتیں	مدیر	04
بڑوں کی باتیں	ڈاک خانہ		05
مضامین	پنڈت نہرو	رؤف خیر	06
	بات کرنے کا ہنر	محمد اسداللہ	10
	لیچی	عظیم اقبال	13
	روبوٹ کی کہانی	انور ادیب	15
نظمیں	گلابوں کی ڈالی ہے...	خاور نقیب	20
	پہچانو! میں کون ہوں؟	الیاس احمد انصاری شاداب	22
	موسم کے پھل	جاوید اکرم	23
کہانیاں	ایک تھا لکڑہارا....	منظر عباس	24
	ننھا گلاب	رومانہ عفت راہی	26
	عقل کی شکل	معراج الدین	29
سائنس کی الف لیلہ	جیمس واٹ	ڈاکٹر نفیس تسیم بانو	32
ڈراما	شادی گڑیا گڈے کی	یاور کفیل	35
سیر کر دنیا کی	جھیلوں، جھرنوں کا شہر اودے پور	انصاری حفیظ الرحمٰن	39
قسط وار ناول	الٹا درخت	کرشن چندر	43
نظم	بزرگوں کا احترام	کرشن پرویز	52
	دلچسپ اور حیرت انگیز	رضوان رضوی	53
لطائف	ہنسی کے غبارے		55
ننھے فنکار	انوکھا انعام	محمد نور عین بن تسیم اختر	56
	میں نہیں جانتا	عائشہ صدیقی	58
	سبھی کی ہے چاہت یہ 'بچوں کی دنیا'	عفیفہ زمن	59
	بچوں کی پینٹنگ	______	60
	اردو فیس بک	______	62

آپس کی باتیں

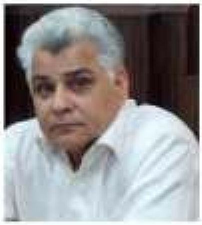

پیارے دوستو! ہمارا ملک اکیسویں صدی میں ترقی کی نئی تاریخ رقم کر رہا ہے۔ گذشتہ دنوں ہمارے ملک نے خلائی مشن کے میدان میں ایک اور بڑی کامیابی حاصل کرتے ہوئے اس مصرعے کو سچ کر دکھایا کہ ”مجھ کو جانا ہے بہت اونچا حد پرواز سے“

پچھلے برس 24 ستمبر کو ہم نے مریخ پر اپنے قدم رکھ کر دنیا کو چونکا دیا تھا اور پھر اس سال 28 ستمبر 2015 کو ہماری خلائی ایجنسی اسرو ISRO نے ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے جس نے ہمارے ملک کا سر پوری دنیا میں فخر سے بلند کر دیا ہے۔ چندریان اور منگلیان کے بعد PSLV.C30 ایسٹروسیٹ کی کامیاب لانچنگ نے ہمارے ملک کے سائنس دانوں کو پوری دنیا میں ایک وقار عطا کیا ہے۔ ایسٹروسیٹ کائنات کا مطالعہ کرے گا۔ ایسٹروسیٹ کے ساتھ امریکہ کے چار اور انڈونیشیا و کناڈا کے ایک ایک سیٹیلائٹ بھیجے گئے ہیں۔ ہندوستان 19 ممالک کے 45 سیٹیلائٹ کامیابی کے ساتھ لانچ کر چکا ہے اور اس دفعہ امریکہ جیسے سوپر پاور کو بھی ہندوستان کی مدد لینی پڑی ہے۔ ایسٹروسیٹ کے ذریعے الٹراوائلٹ کرنوں، ایکس رے، الیکٹرومیگنیٹک اسپیکٹرم (Electro Magnetic Spectrum) وغیرہ کا جائزہ لیا جائے گا۔ یہی نہیں بلکہ یہ سیٹیلائٹ تاروں کے درمیان کی دوری کو بھی ماپ کر بتائے گا جس سے بلیک ہول کے بارے میں حقائق سامنے آسکیں گے۔ ہندوستان نے 20 ستمبر 1993 کو پی ایس ایل وی کا پہلا تجربہ کیا تھا جو ناکام رہا تھا۔ اس کے بعد کیے جانے والے 30 تجربے کامیاب ہوئے۔

ان دنوں پوری دنیا کی نظریں ہمارے ملک پر مرکوز ہیں۔ اپنی اہمیت ہم نے ہر میدان میں ثابت کی ہے۔ زندگی کے دیگر شعبوں میں ترقی کے ساتھ ساتھ اب ملک میں ڈیجیٹل انڈیا کی مہم ہمیں اکیسویں صدی کی تیز رفتار زندگی سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ آج ہماری زندگی کے ہر شعبے میں ٹکنالوجی کی حکمرانی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں لیکن ہاں کبھی کبھی یہ سہولتیں ہمیں سست اور کاہل بنا دیتی ہیں اس لیے ہمیں ٹکنالوجی کا مثبت استعمال کرنا چاہیے۔

ماہ نومبر میں ہم سب کے چہیتے اور ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کا یوم پیدائش ہے۔ بچوں سے انھیں بہت زیادہ محبت تھی اور ان کے یوم پیدائش کو یوم اطفال کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ان کے یوم پیدائش کی مناسبت سے ہم نے ایک مضمون اس شمارے میں شامل کیا ہے۔

دوستو! اب آپ 'بچوں کی دنیا' پڑھیں اور اچھی اچھی نظموں اور پرلطف، دلچسپ کہانیوں کا مزہ لیں۔ ہمیں آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا۔

آپ کا

پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)

ڈاک خانہ

□ 'بچوں کی دنیا' کا اگست کا شمارہ نظر سے گزرا۔ بے حد پسند آیا۔ کم قیمت میں بہترین رسالہ یقیناً قابلِ تعریف ہے۔ اس رسالے میں بچوں کی حصے داری بڑھائی جائے۔ کوئی انعامی مقابلہ شروع کریں اس سے بچوں کے ذوق وشوق میں اضافہ ہوگا۔

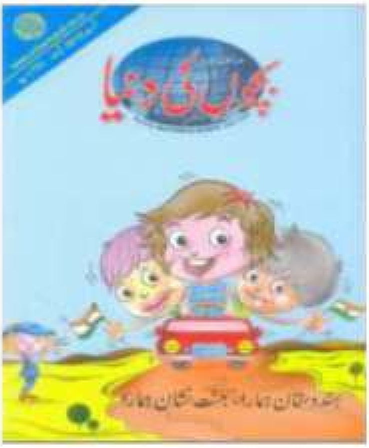

محمد جسیم باری

چکیہ، رتنا پور، بھوجپور، بہار

□ بچوں کا ماہنامہ بڑی پابندی سے موصول ہو رہا ہے۔ 'بچوں کی دنیا' کا نیا شمارہ اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔ اوّل تا آخر مطالعہ کیا سبھی نگارشات قابلِ ستائش اور لائق داد ہیں۔ واقعی یہ رسالہ بچوں کی دنیا بچوں کے ادب اور اردو زبان سیکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

تبسم معراج

شیخ العالم سکول سلر (کشمیر)

□ حضور! آپ کی مدیرانہ صلاحیتیں غضب ڈھا رہی ہیں۔ 'بچوں کی دنیا' مقبولیت اور پسندیدگی کے ریکارڈ قائم کر رہا ہے۔ بچوں کے دیگر رسائل کے مدیران پریشان ہو گئے ہیں کہ تب و تاب ختم ہو گئی ہے۔ واللہ! 'بچوں کی دنیا' بچوں کے لیے ایک بہترین اور خوش ترین تحفہ ہے۔ اب ایسے رسالے میں بھلا کون چھپنا نہ چاہے گا۔

مختار ٹونکی

کالی پلٹن روڈ، پل محمد خان، ٹونک

بچوں کی دنیا

ہے اچھا رسالہ یہ "بچوں کی دنیا"
لگے پیارا پیارا یہ "بچوں کی دنیا"
ہے قیمت بہت کم ذخیرہ زیادہ
ہے بچو! خزینہ یہ "بچوں کی دنیا"
یہ سائنس، مضامین، نظم و کہانی
رکھے جانے کیا کیا یہ "بچوں کی دنیا"
رسالے بہت اور بھی ہند میں ہیں
چھپے سب سے زیادہ یہ "بچوں کی دنیا"
اے توفیق بچوں میں اردو سے رغبت
بڑھانے کو آیا یہ "بچوں کی دنیا"

شفیق احمد عثمانی

محلہ قاضیاں، ناگور، راجستھان

پنڈت نہرو

■ رؤف خیر

ہندوستان ایک تاریخی ملک ہے اور اس ملک میں کئی تاریخی شخصیتوں نے جنم لیا ہے۔ ہزاروں سال قدیم تہذیب و تمدن کا یہ ملک ہر اعتبار سے اپنا ایک الگ مقام رکھتا ہے۔ سیاسی، سماجی اور ادبی سطح پر ہر دور میں کوئی نہ کوئی جینئس اس ملک کا وقار سمجھا جاتا رہا ہے۔ کبھی کوئی جالکیہ جنم لیتا ہے تو کبھی مولانا ابوالکلام آزاد، کبھی راجہ ٹوڈرمل تو کبھی رادھا کرشنن، کبھی کالی داس تو کبھی فیضی۔ بہر حال ہمارا ملک ذہین افراد سے کبھی خالی نہیں رہا۔ جہاں رابندر ناتھ ٹیگور اور علامہ اقبال ادبی سطح پر اسے عالمی وقار بخشتے ہیں وہیں مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لعل نہرو اس ملک کی سیاسی تاریخ کے اہم سپوت شمار ہوتے ہیں۔

پنڈت جواہر لعل نہرو ایک خوش حال گھرانے میں 14 نومبر 1889ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ سروپ رانی اور والد موتی لعل نہرو سماج میں بلند مرتبہ سمجھے جاتے تھے۔ ان کے والد ملک کے مشہور بیرسٹر تھے۔ وہ خود بھی انگریزوں کی غلامی کے خلاف مختلف تحریکوں میں حصہ لیتے رہتے تھے۔ ایسے ہی گھر کے چشم و چراغ کی گھٹی میں آزادی کے خواب رچے بسے تھے۔ چنانچہ اعلیٰ تعلیم اور بیرسٹری کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ اپنے والد کے ساتھ پریکٹس یعنی وکالت کرنے لگے۔

پنڈت نہرو کا اصل کارنامہ آزادی حاصل کرنا ہے۔ انھوں نے انگریزوں کی غلامی کے خلاف مہاتما گاندھی، ابوالکلام آزاد، علی برادران وغیرہ کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف آواز اٹھائی۔ لالہ لاجپت رائے، بال گنگا دھر تلک،

موتی لعل نہرو، سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان وغیرہ بھی آزادی کے سورما گزرے ہیں۔ سیاسی سطح پر کئی اندرونی وبیرونی اختلافات کو سلجھاتے ہوئے آخر کار پنڈت نہرو نے اس ملک کے لیے آزادی حاصل کی اور اس کے پہلے وزیر اعظم بنائے گئے۔ وہ مرتے دم تک اس پروقار عہدے پر فائز رہے۔ انہیں اس ملک سے جتنی محبت تھی اس ملک کے ہر فرد کو ان سے اتنی ہی عقیدت رہی۔ دنیا کے سیاسی نقشے میں ہندوستان اور پنڈت نہرو کا نام کبھی بھلایا نہ جاسکے گا۔

پنڈت نہرو کی سیاسی سوجھ بوجھ کا ایک زمانہ قائل رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف اسی سمجھداری سے جتنا فائدہ اٹھایا ہے آزادی حاصل ہونے کے بعد بھی اس ملک کو سنوارنے سدھارنے میں بھی اسی دوراندیشی سے کام لیا۔

کانگریس پارٹی صرف اور صرف پنڈت نہرو کی وجہ سے سارے ملک میں پہچانی جاتی رہی۔ جو شخص بھی اس سیاسی پارٹی سے جڑا وہ گویا پنڈت نہرو کے ساتھ ہوگیا۔ آزادی کی لڑائی میں یوں تو ہر مذہب وملت کے لوگ حصہ لیتے رہے لیکن پنڈت نہرو کے ساتھ کام کرنے والے برسر اقتدار آکر زیادہ مشہور ہوئے۔

پنڈت نہرو نے ملک کی ترقی کے لیے سیاسی، سماجی، ثقافتی، زرعی، آبی وغیرہ غرض ہر سطح پر نئے نئے پروگرام اور پلان بنائے تاکہ یہ ملک جو سونے کی چڑیا کہلاتا رہا ہے اس کی یہ حیثیت قائم رہے۔

پنڈت نہرو جب تقریر کرتے تو عوام کا دل موہ لیتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ پنڈت جی یوں ہی پھول برساتے رہیں۔

آزادی کے بعد اپنے ملک کے عوام کا دل جیتنے والے پنڈت جی انگریزوں کے خلاف شعلہ بیانی سے دلوں میں آگ لگا لینے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔ وہ ہر اعتبار سے ایک کامیاب مقرر تھے۔

یہی پنڈت جی جب تحریر کا جادو جگاتے ہیں تو اپنی مشہور کتاب "DISCOVERY OF INDIA" کے ذریعے اپنے قلم کا لوہا منواتے ہیں۔ انہوں نے اس ملک کی تاریخ اپنے اسلوب میں لکھ کر اپنا اور اپنے دیش کا نام اونچا کیا ہے۔ آج DISCOVERY OF INDIA کی تاریخ، تہذیب وتمدن اور ادب کے طلبہ کے لیے ایک قیمتی اثاثہ مانی جاتی ہے۔ اس کتاب کے اب تک کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب دراصل جہاں ہر شعبۂ حیات میں پنڈت نہرو کے ذہن کی عکاسی کرتی ہے وہیں ان کی ادبی صلاحیتوں کی غماز بھی ہے۔ اس میں پنڈت جی نے تاریخ کے چھوٹے چھوٹے واقعات کو ادبی پیرائے میں لکھا ہے۔

انھیں اپنے اہل وعیال سے بھی بہت محبت تھی۔ انہوں نے اپنی چہیتی بیٹی اندرا گاندھی کے نام جو پیار بھرے خطوط لکھے وہ بھی ادبی حیثیت کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت کے ایک خوش گوار پہلو کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ہر باپ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد اس سے زیادہ قابل نکلے اور یہ دنیا کا دستور بھی ہے کہ نئی نسل گذشتہ نسل کے مقابلے میں زیادہ قابل نکلتی ہے۔ مختلف قسم کی ایجادات اس اصول کی گواہ ہیں۔ پنڈت نہرو کی آغوش تربیت میں پلی ہوئی بیٹی پنڈت نہرو کے خوابوں کی تعبیر ثابت ہوئی چنانچہ ان کے بعد ہندوستان کی باگ ڈور ان کی بیٹی نے برسوں سنبھالی۔ آخر وہ ذہین باپ کی ہونہار بیٹی تھیں۔

پنڈت نہرو ہر طبقے میں یکساں مقبول تھے۔ کیا مرد کیا عورت، کیا بچے کیا بوڑھے سب ان کے معتقد ومعترف رہے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے پنڈت نہرو کے بارے میں لکھا تھا کہ:

پنڈت نہرو آزادی کے رسیا تھے۔ وہ صرف اپنے لیے یا اپنے ملک کے عوام کے لیے ہی آزادی نہیں چاہتے تھے بلکہ ساری دنیا کے عوام کے لیے آزادی پسند کرتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ جہاں کہیں آزادی کی لڑائی لڑی جارہی تھی پنڈت نہرو نے اس کی تائید کی۔

اپنے ملک کے ذرے ذرے سے انھیں پیار تھا چنانچہ وہ اس کی ترقی کے لیے روزانہ 19 گھنٹے کام کیا کرتے تھے۔ ایسا مخلص اور بے لوث لیڈر اس ملک کو بہت کم ملا ہے۔ انہوں نے اپنے آخر ایام میں کہا تھا کہ:

I disposed of all my files یعنی ان کی میز پر کوئی فائل ایسی نہیں بچی جس پر ان کا فیصلہ باقی ہو۔ انھوں نے ہر میدان میں اپنی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔

مرنا کون چاہتا ہے؟ کوئی نہیں۔ دنیا کے بے شمار مسائل ایسے ہوتے ہیں جنھیں حل کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ مسائل کبھی نہیں ختم ہوتے۔ انسانی خواہشات کے ساتھ ساتھ زندگی کے مسائل بھی ہم قدم چلتے ہیں۔

پنڈت نہرو کی میز پر ان کی آخری تحریر کے طور پر انگریزی کے مشہور شاعر رابرٹ فراسٹ کے یہ زریں الفاظ پنڈت نہرو کی زندگی سے ازلی وابستگی کے مظہر ہیں۔

The woods are lovely dark &deep
But I have promises to keep
And miles to go before I sleep
And miles to go before I sleep
(Robert Frost)

امریکن شاعر رابرٹ فراسٹ کی مشہور نظم

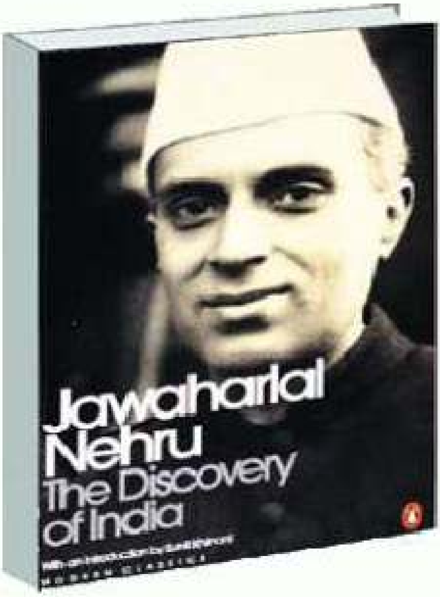

"STOPPING BY WOODS ON A SNOWY EVENING"

" گھنے جنگل میں ایک برفیلی شام کا منظر پیش کرتے ہوئے اپنے سفر کا سلسلہ دراز رکھتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ خوبصورت گھنا جنگل دل موہ لیتا ہے لیکن اسے پار کر کے مجھے کئی وعدے نبھانے بھی تو ہیں تب کہیں میں نیند لوں گا۔ پنڈت نہرو کے سامنے بھی مسائل کے گھنے جنگل تھے کئی پروگرام تھے جنھیں پورا کرنا تھا مگر وقت کسی کو مہلت نہیں دیتا۔ یہ نیند بہر حال ازلی نیند میں تبدیل ہو کر رہتی ہے۔ آخر کار 27 رمئی 1964ء کو خواب دیکھنے والی یہ آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سو گئیں۔

وصیت کے مطابق ان کی چتا کی خاک گنگا میں بہا دی گئی تا کہ وہ سمندر میں جا ملے۔ بقول غالب: عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا۔

■

Dr Rauf Khair
9-11-137/1, Moti Mahal
Golcondo, Hyderabad - 500008
Mob: 09440945645

محمد اسد اللہ

بات کرنے کا ہنر

لوگ کہا کرتے ہیں انسان کو کچھ آئے نہ آئے، بات کرنے کا ہنر آنا چاہیے۔ایک کامیاب زندگی گزارنے میں یہ ہنر بڑا مفید ثابت ہوتا ہے۔

ہم کسی سے اپنے دل کی بات کہہ ڈالتے ہیں تبھی تو اسے پتہ چلتا ہے کہ آخر ہم چاہتے کیا ہیں؟

ہماری بات سن کر وہ شخص بھی ہماری مدد کرتا ہے یا ایسا مشورہ دیتا ہے جس سے ہمارا کام آسان ہو جاتا ہے۔ہم کسی مصیبت میں مبتلا ہوں کوئی راستہ سجھائی نہ دے اور ہم اس پریشانی کو کسی سے بیان بھی نہ کریں۔ اندر ہی اندر کڑھتے رہیں تو اس سے ہمارا کام بھی رکا رہتا ہے اور صحت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ آپ نے اپنا دکھ کسی سے بیان کیا۔وہ بیچارہ آپ کی کوئی مدد بھی نہیں کر پایا لیکن آپ کی بات سن کر اس نے یہ مدد کر دی کہ آپ کے دل کا بوجھ اتر گیا۔

کبھی آپ کسی سے بات کرتے ہیں اور آپ کا کام بن جاتا ہے مگر کبھی کوئی آپ کی بات سن کر اس میں طرح طرح کی باریکیاں نکال کر کام کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ شاید مرزا غالب کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آیا ہوگا۔ان کے دوست کے آگے غالب کی ایک نہ چلتی ہوگی۔ ہر بات کاٹ دیا کرتا ہوگا یا ہر بات میں کوئی نہ کوئی میخ نکال کر رکاوٹ پیدا کر دیتا ہوگا۔اس کی ان نکتہ چینیوں سے تنگ آ کر آخر غالب پکار اٹھے:

نکتہ چیں ہے، غمِ دل اس کو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

پتہ چلا کہ غالب اپنی بات بتانا چاہتے تھے اور ان کا دوست اس قدر ذہین تھا کہ ان کا مقصد سمجھ چکا تھا اور بات بننے ہی نہ دیتا تھا اور ان کا دوست 'غمِ دل' تھا۔ ہر شخص ایسا ذہین کہاں ہوتا ہے۔اسی لیے اگر آپ کو بات کرنے کا ہنر آتا ہو تو بہر حال بات بن جاتی ہے۔ اس قسم کی مثالوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ یونان کا مشہور حملہ آور سکندر جس نے ساری دنیا کو فتح کرنے کا خواب دیکھا تھا، جب

ہندوستان آیا تو یہاں کے اس وقت کے راجہ پورس سے اس نے جنگ کی اور اسے ہرا دیا۔ بے چارہ پورس بیڑیوں میں جکڑا ہوا، سکندر کے سامنے پیش کیا گیا۔ سکندر نے فاتحانہ شان کے ساتھ اس سے پوچھا۔ 'بتا تیرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟'۔ راجہ پورس نے اس جنگ میں اپنا ملک گنوایا تھا مگر ہمت نہیں ہاری تھی۔ اس نے سکندر کو بڑی دلیری سے جواب دیا۔ 'وہی جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے۔' سکندر کو پورس کا یہ جواب اس قدر پسند آیا کہ اس کی پوری حکومت اسے لوٹا دی اور اپنے ملک یونان واپس چلا گیا۔ ایک بات سے پورس کی بات بن گئی۔

باتیں بنانے میں مرزا غالب کا بھی جواب نہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں بھی نئے نئے نکتے نکالے ہیں یعنی انوکھی باتیں بیان کی ہیں۔ عام زندگی میں بھی وہ ایسے ہی تھے اسی لیے تو ان کے اس قدر لطیفے مشہور ہیں۔ ایک آپ بھی سن لیجیے۔

ایک دن مرزا غالب آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کے ساتھ شاہی باغ میں ٹہل رہے تھے۔ بادشاہ نے دیکھا کہ غالب آموں کے درختوں پر لدے ہوئے پھلوں کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ حیران ہو کر بادشاہ نے پوچھا 'آخر آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟' مرزا غالب نے کہا، 'حضور! سنا ہے دانے دانے پر کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے، میں دیکھ رہا

در اصل بولنا ایک ہنر ہے۔ یقیناً اچھا لب و لہجہ، انداز گفتگو، آواز آپ کو وراثت میں ملتی ہے لیکن ہنر تو وہ ہوتا ہے جو محنت کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بولنا بھی اسی میں شامل ہے۔

ہوں کسی دانے پر کہیں میرا بھی نام لکھا نہ ہو۔ یہ سن کر بہادر شاہ ظفر مسکرائے اور ان کی اس مزیدار بات سے ان کا مدعا سمجھ گئے اور آموں کی کئی ٹوکریاں ان کے گھر بھجوا دیں۔

یہ سچ ہے کہ ہر شخص ایسی زبردست باتیں کر کے اپنی بات نہیں بنا سکتا لیکن ہر انسان کو اپنی بات لوگوں کے سامنے پیش کرنی آنی چاہیے۔ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہمیں بولنا نہیں آتا، ہم تو ایسے ہی ہیں اور ایسے ہی رہیں گے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ دراصل بولنا ایک ہنر ہے۔ یقیناً اچھا لب ولہجہ، انداز گفتگو، آواز آپ کو وراثت میں ملتی ہے لیکن ہنر تو وہ ہوتا ہے جو محنت کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بولنا بھی اسی میں شامل ہے۔ ماحول، مطالعہ، غور وفکر، کوشش، تعلیم و تربیت اور دوستوں اور رشتہ داروں کی حوصلہ افزائی بھی وہ چیزیں ہیں جن کی مدد سے ہم بولنے کے فن میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی لیے خواہ کوئی معمولی آدمی ہی کیوں نہ ہو، کوئی بچہ ہو، اٹک اٹک کر، تتلا کر، ہکلا کر ہی کیوں نہ بولتا ہو، اس کا دل نہ توڑو۔ اس کی ہمت بڑھاؤ تاکہ اس کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو۔ یہی وہ طاقت ہے جس کے سہارے انسان اپنی بات پیش کر سکتا ہے۔ ہم جب مشق کرتے ہیں۔ اچھے بولنے والوں کو سنتے ہیں۔ تقریر کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو دھیرے دھیرے ہمارے اندر ہمت پیدا ہوتی ہے اور ہم اس طرح بولنے لگتے ہیں کہ لوگ ہمیں جادو بیان مقرر کہہ کر سراہتے ہیں۔ تقریر سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنے اور عمل پر کھڑا کرنے کا کام کر سکتی ہے اسی طرح آپ کی سوجھ بوجھ والی باتیں بگڑتے کاموں کو بناتی ہیں۔

ایک مثال ہمارے دوست میاں افتخار ہی کی لے لیجیے۔ ایک مرتبہ انھیں کسی میٹنگ میں شرکت کے لیے آفس سے خط ملا۔ خط ذرا تاخیر سے ملا۔ لکھا تھا، 'دس تاریخ کو پونا پہنچیے'۔ آنجناب نے وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے پلین کا ٹکٹ خریدا اور وقت پر میٹنگ میں حاضر...

جہاز کا ٹکٹ دیکھ کر آفیسر بہت برہم ہوا کہ عقل کے دشمن اتنی بڑی رقم خرچ کر کے تمھیں جہاز سے یہاں آنے کو کس نے کہا تھا۔' افتخار میاں نے جواب دیا، 'جناب عالی! رقم بڑی نہیں میرے لیے تو آپ کا حکم اس سے بڑا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ صاحب کا پارا اتر گیا۔ کلرک سے کہا، 'بھئی! ان کا بل نکلوا دو،' پھر افتخار میاں اپنی اس کامیابی پر خوب اتراتے پھرے۔

■

Mohd Asadullah
30, Gulsitan Colony, Near Panday
Umrai Launs, Nagpur - 440013(MS)

عظیم اقبال

لیچی

اللہ پاک کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ ان نعمتوں میں یہ زمین بھی ہے، یہ آسمان بھی۔ یہ دریا بھی، یہ پہاڑ بھی، یہ ہوا بھی، یہ سمندر بھی، یہ پھول بھی، یہ پھل بھی — ہر خطۂ زمین کے پھل پھول مختلف ہوتے ہیں۔ ہر موسم کے مخصوص پھل ہوتے ہیں۔

گرمی کے موسم کا ایک خاص پھل لیچی ہے۔ لیچی، ہندوستان جیسے معتدل آب و ہوا والے ملک کا پھل ہے — ہندوستان کے علاوہ برما اور چین بھی لیچی کے لیے مشہور ہیں —

لیچی کی پیدائش ہمارے ہمسایہ ملک چین سے وابستہ ہے۔ چینیوں نے لیچی کی کھوج 86 قبل مسیح میں کی تھی۔ چینی لوگ لیچی کو 'لائی چی' کہتے تھے۔ چینی مصنف تسائی میانگ (Tasai M Siang) نے لیچی کے متعلق سب سے پہلی کتاب لکھی۔

بدھ عقیدت مندوں کے دورِ حکومت میں ایک چینی سیاح ہندوستان میں پہلے پہل لیچی لایا — شمالی بہار کا شہر مظفر پور، زمانۂ قدیم میں پھلوں کے باغات کی ریاست ویشالی سے وابستہ تھا۔ اپنی لیچی کے لیے سرزمینِ مظفر پور دنیا بھر میں آج بھی مشہور و معروف ہے۔

لیچی کا درخت ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے۔ اس کی اونچائی سات سے بارہ میٹر تک ہوتی ہے۔ اس کی پتیاں چکنی ہوتی ہیں۔

قلم تیار کر کے لیچی کے پودے اُگانے کا طریقہ ہر دلعزیز طریقہ ہے۔ قلم تیار کرنے کے بعد لیچی کا پیڑ چار سے چھ سالوں کے درمیان پھل دینے لگتا ہے۔ لیچی کا درخت سو سالوں تک پھل دیتا ہے۔

لیچی کے پھول، شاخوں پر ہرے گچھوں میں کھلتے ہیں، اور ان کی پنکھڑیاں نہیں ہوتیں۔ پھول کے پھل میں تبدیل

ہونے پر گلابی شاخوں کے گچھے لٹک جاتے ہیں۔

لیچی کے ایک درخت سے ایک موسم میں تقریباً 4000 پھل پیدا ہوتے ہیں، جن کا مجموعی وزن 150 کیلوگرام ہوتا ہے۔ پندرہ سے 30 دنوں کے اندر لیچی کا موسم ختم ہو جاتا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں اپریل، مئی اور شمالی ہندوستان میں مئی جون کے مہینوں میں لیچی کی فصل حاصل کی جاتی ہے۔

لیچی کا پھل انڈے جیسا ہوتا ہے اور اس کا رنگ گلابی اور ہرا پن لیے ہوتا ہے۔ اس کا چھلکا کھردرا، ہلکا کانٹے دار ہوتا ہے۔ اسی چھلکے کے نیچے ملائم رس دار، سفید کھانے والا گودا ہوتا ہے۔ گودے میں کتھئی رنگ کا بیج ہوتا ہے۔

لیچی کی بہت سی قسمیں پائی جاتی ہیں۔ بنا بیج کی لیچی کی کاشت بھی کی گئی ہے۔ اس کی چند قسمیں ہیں: چائنا، روز، پرپ، بیرانس، وغیرہ۔

لیچی میں کاربوہائیڈریٹ کی بھاری مقدار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں وٹامن سی، بی اور ڈی بھی موجود ہیں۔

شہد کی مکھیاں لیچی کے پھولوں سے شہد جمع کرتی ہیں۔ لیچی کے پھولوں کا شہد صاف، شفاف ہوتا ہے اور اس میں ایک مخصوص خوشبو ہوتی ہے۔

ہندوستان میں تازہ لیچی کے پھل کھائے جاتے ہیں۔ لیچی کا شربت بھی پسند کیا جاتا ہے۔ چین میں اس کو خشک کر کے کھانے کا چلن زیادہ ہے۔

لیچی کے درخت کی جڑ اور چھال اُبال کر کلی کرنے سے حلق کی خراش دور ہو جاتی ہے۔ لیچی کے بیج سے آنت کے مرض کی دوا بنائی جاتی ہے۔

بچے لیچی کی پتیاں چبالیں تو ان کے ہونٹ ایسے رنگ جائیں کہ گویا انھوں نے پان کا بیڑا چبالیا ہو!

عزیز دوستو! اگر آپ نے اب تک لیچی کا مزہ نہ لیا ہو تو اس سال لیچی کے موسم میں اس کا مزہ ضرور لیجیے۔

■

Azim Iqbal
Adabistan, Ganj No - 1
Bettiah - 845438

مضمون

روبوٹ کی کہانی

انور ادیب

بچو! تم نے میرے بارے میں سنا ہوگا۔ آؤ آج میں تمھیں اپنے متعلق ذرا تفصیل سے بتاؤں۔ میں ایک مشین ہوں جسے انسان نے بنایا ہے۔ مجھ سے مختلف قسم کے کام لیتا ہے۔ میرے مختلف سائز ہیں۔ میں بڑا بھی ہوں اور چھوٹا بھی۔

تم سوچتے ہوگے کہ میری پیدائش کی وجہ کیا ہے۔ دراصل انسان عرصے سے سوچتا تھا کہ ایک ایسی مشین بنائی جائے جو چوبیس گھنٹے بغیر تھکے مختلف قسم کے کام کر سکے۔ آسان بھی اور خطرناک بھی۔ انسان کی یہ سوچ اور کوشش کامیاب ہوئی اور میری پیدائش ہوئی۔ میری پیدائش کی کہانی کافی دلچسپ ہے اس کی کچھ تفصیل میں تمھیں بتاتا ہوں۔

میری پیدائش کا خواب سب سے پہلے کارل کیپک نے دیکھا تھا۔ وہ ایک مشہور ناول نگار تھا۔ وہ زک ریپبلک (یورپ کا ایک ملک) کا باشندہ تھا۔ اس نے 1921 میں ایک ڈرامہ لکھا جس میں اس نے ایک ایسی مشین کا تصور پیش کیا جو انسان کی ہدایت پر مختلف کام کر سکتی تھی۔ بعد میں سائنس والوں نے اسی سوچ پر ایک مشین بنائی جس کا نام

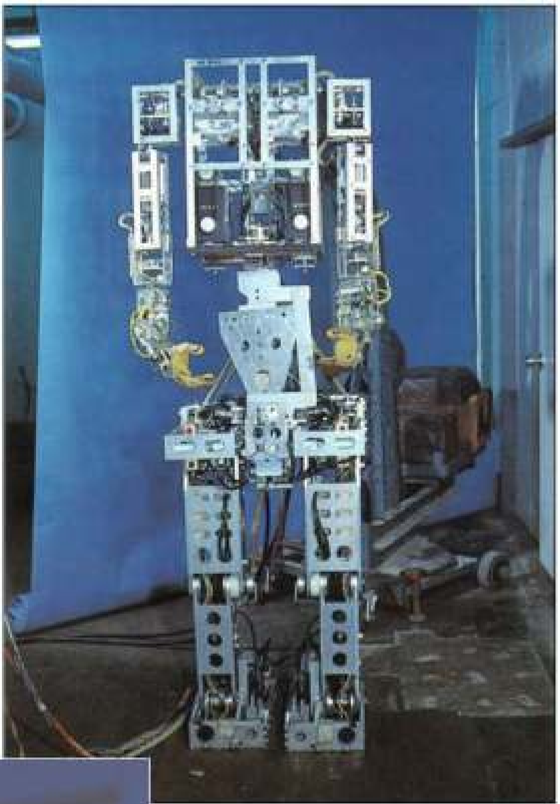

روبوٹ رکھا جس کے معنی غلام کے ہیں۔ کیونکہ ایسے انسان کے خدمت کے لیے بنایا گیا تھا۔ یہ ہے میری پیدائش کی ابتدا۔ ویسے میری کہانی بہت پرانی ہے۔ تقریباً دو ہزار سال قبل انسان نے ایک مشین بنائی تھی جو آٹو مشین کہلاتی تھی۔ تم مجھے اس کی ترقی یافتہ شکل کہہ سکتے ہو۔ آہستہ آہستہ میری پیدائش کی کہانی آگے بڑھتی ہے۔ سنو!

مشہور سائنس داں لیونارڈو ڈاونسی جو اٹلی کا رہنے والا تھا نے 1495 میں مجھے انسانی شکل دی تھی۔ اب میں بیٹھ سکتا تھا، اپنے بازو ہلا سکتا تھا اور اپنے جبڑے کھولتے وقت سر بھی ہلا سکتا تھا۔ 1928 میں ڈبلیو ایچ رچرڈس نے میری ایک نہایت ترقی یافتہ شکل بنائی جو انسان سے ملتی جلتی تھی اس کا نام ایرک رکھا یہ میری پہلی انسانی شکل تھی۔ 1966 سے 1972 کے درمیان مجھے اپنے پیروں پر چلنے کے لائق بنایا گیا۔ اس میں امریکہ کا رول اہم رہا۔ میرا نام شکی رکھا گیا۔ 1973 میں جاپان نے مجھے انسانی قد کا بنایا جس کا نام اس نے Wabot-I دیا۔ میں انسانوں کی طرح اپنے دو پیروں پر چل سکتا ہوں اور جاپانی زبان میں رابطہ بھی کرسکتا ہوں۔ اس سلسلے میں جاپان کی ہونڈا کمپنی کا ذکر ضروری ہے جس نے 2000 میں میری بناوٹ اور کارکردگی کو بہتر شکل دی اور میرا نام Asimo رکھا۔

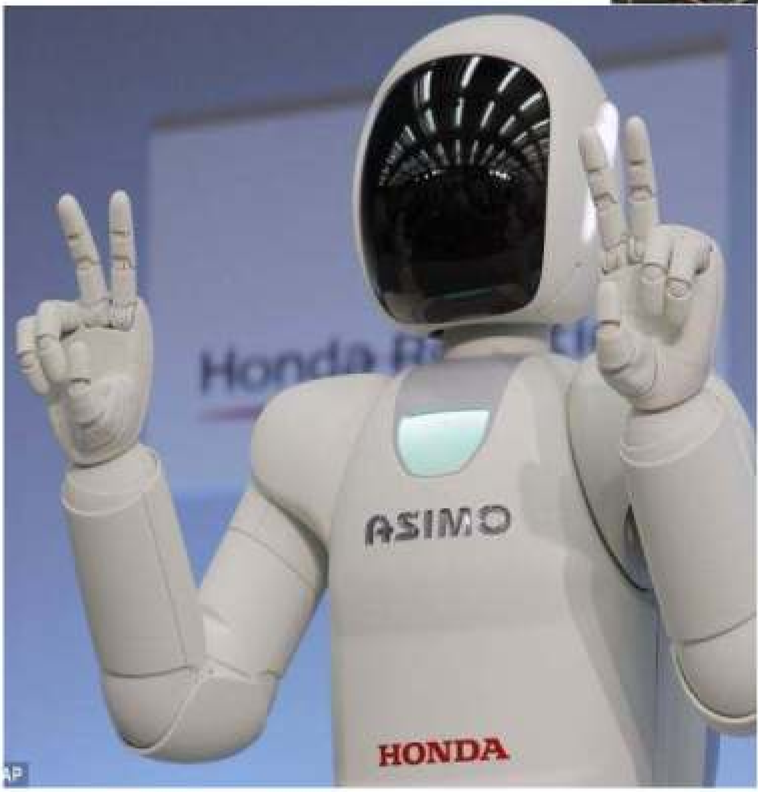

بنیادی طور پر میرے دو حصے ہیں fixed (جو ایک جگہ قائم رہے) اور Mobile (جو حرکت کرتا ہو) جیسا کہ میں نے پہلے بتایا کہ میں ایک مشین ہوں جو کمپیوٹر کے ذریعہ دی گئی ہدایات پر عمل کرتا ہے۔ میرے اندر سوچنے کی صلاحیت نہیں۔ ہاں سائنس داں ایک الکٹرانک دماغ بنانے کی کوشش ضرور کر رہے ہیں۔ جون میک کارتھی پہلا سائنس داں ہے جس نے اس قسم کی ذہانت پیدا کرنے کی طرف قدم اٹھایا ہے۔ اسے اس لیے مصنوعی ذہانت کا باوا آدم کہا جاتا ہے۔

یہاں میں ان سائنس دانوں کا ذکر نہ کروں تو ناانصافی ہوگی جنھوں نے مجھے ترقی دینے میں نمایاں رول ادا کیا۔ یہ ہیں ولیم گرے والٹر اور جارج ڈیول۔ ان کے علاوہ اور بھی سائنسداں مجھے زیادہ سے زیادہ کارآمد بنانے میں لگے ہیں جن کے بارے میں تم بعد میں پڑھو گے۔

اب میں تمھیں مختصر طور پر بتاتا ہوں کہ انسان مجھے کہاں کہاں استعمال کر رہا ہے۔ ویسے تو میری خدمات بہت سی ہیں۔ یہاں میں چند اہم خدمات کا ذکر کر رہا ہوں۔

- مختلف صنعتوں۔ مثلاً اسٹیل، آٹو موبائل کی صنعتیں ہیں ان صنعتوں میں بہت اہم خدمات انجام دیتا ہوں۔ کم وقت میں زیادہ کام کے ساتھ خطرناک کام بھی کرتا ہوں۔ ان کاموں کے لیے مجھے خاص شکل دی جاتی ہے۔ تم مجھے صنعتی روبوٹ کہہ سکتے ہو۔
- دوا سازی میں بھی میں مدد کرتا ہوں۔ تم کو کبھی دوا سازی کے کارخانے میں جانے کا اتفاق ہو تو وہاں میرے کام دیکھ کر تم تعجب کرو گے اور وہاں سرجری میں بھی مجھ سے مدد لی جاتی ہے۔ اس سے سرجری کی دنیا میں انقلاب آگیا ہے۔
- کاشتکاری میں بھی بہت مددگار ہوں۔ کھیتوں میں ٹریکٹر چلانا، کھیتوں میں کھاد کا دینا وغیرہ۔
- سمندری تحقیقات کے لیے بھی میرا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں میں حیرت انگیز کارنامے انجام دیتا ہوں۔

میری مدد کے بغیر ایسے کام انجام دینا مشکل ہے۔

- ملٹری کے کاموں میں بھی مجھے استعمال کیا جاتا ہے۔ بم کو ناکارہ بنانا، جہازوں کی حفاظت، ہوائی اڈوں کی حفاظت اور ہاں جاسوسی کے کاموں میں بھی مجھ سے مدد لی جاتی ہے۔ ہوائی جہازوں کی دھلائی بھی کرتا ہوں۔
- نیوکلیر پلانٹ اور لیباریٹری میں بھی میں بے مددگار ہوں۔
- ہسپتالوں اور کاروباری جگہوں میں میرا استعمال عام ہوتا جارہا ہے۔
- پولس کے بعض اہم فرائض انجام دینے کے لیے بھی مجھے تیار کیا جارہا ہے۔
- گھریلو کاموں میں میرا استعمال بڑھتا جارہا ہے۔ مثلاً فرش کی صفائی وغیرہ۔
- میرے کھلونے بھی بنائے جارہے ہیں جو بچوں کے کھیلنے کے ساتھ تعلیم کے بھی کام آتے ہیں۔
- بھیڑوں سے اون کاٹنے کے لیے میرا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ کام آسٹریلیا میں عام ہے۔
- اور ہاں خلائی تحقیقات میں میری اہمیت حیرت انگیز ہے۔ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ میرے بغیر خلائی تحقیقات میں اتنی زبردست کامیابی ممکن نہیں تھی۔ تمھیں یاد ہوگا کہ چاند کے سفر میں میرا استعمال کیا گیا اور چاند پر اترنے میں میں نے انسان کی مدد کی۔ میں نے ہی پہلی بار

چاند پر اتر کر اس کی تصویریں دنیا کو بھیجیں اور وہاں کی مٹی بطور نمونہ لا کر انسان کو دی تا کہ انسان کو چاند کی سرزمین کے متعلق مزید معلومات حاصل ہو۔ گرچہ چاند کے سفر کے سلسلے میں میرا استعمال سب سے پہلے سویت یونین نے کیا۔ اس کے بعد امریکہ، چین، جاپان، انگلستان اور ہندوستان نے بھی خلائی تحقیقات کے لیے مجھے استعمال کرنا شروع کیا۔ تمھیں یہ سن کر شاید تعجب ہو کہ میرا استعمال امریکہ سے زیادہ جاپان میں ہوتا ہے جبکہ جاپان امریکہ کے مقابلے میں ایک نہایت چھوٹا سا ملک ہے۔ اور ہاں مجھے جاپانیوں نے ناچنا بھی سکھایا ہے۔

میرے بڑھتے ہوئے استعمال اور اہمیت کو دیکھ کر اب مجھے بنانا انسان کے لیے ایک نہایت نفع بخش کاروبار ہو گیا۔ انسان کو ایک ایسا غلام (یہی نام سائنس دانوں نے مجھے دیا ہے، روبوٹ یعنی غلام ہاتھ لگ گیا ہے جو چوبیس گھنٹے بغیر کھائے پیے بغیر سوئے اس کی خدمت کرتا ہے۔ لیکن میری بڑھتی ہوئی مقبولیت سے انسان خوف زدہ بھی ہے۔ میری حیرت انگیز طاقت سے اسے گھبراہٹ بھی ہے۔ اسے اندیشہ ہے کہ کہیں میں اس پر حاوی نہ ہو جاؤں۔

سائنس داں جس طرح میری ذہانت کو بڑھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور نئی نئی تحقیقات سے اس میں مسلسل اضافہ بھی ہو رہا ہے اس سے انسان کا اندیشہ درست بھی ہو سکتا ہے۔ سائنسی کہانیوں اور فلموں میں جس طرح میری ذہانت اور حیرت انگیز کارناموں کا ذکر ہوتا ہے۔ مثلاً ٹرمینیٹر سیریز جسے شاید تم نے دیکھا ہو۔ اس سے انسان کا

خوف زدہ ہونا کچھ غلط بھی معلوم نہیں ہوتا ہے میری ذہانت اور طاقت کے متعلق سائنس دانوں کی پیش گوئی نے انسان کی فکر مندی میں اضافہ کر دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ 2050 تک میں انسان سے زیادہ ذہین اور طاقتور ہو جاؤں گا۔ اب تم ہی سوچو کہ جب میں انسان سے زیادہ ذہین اور طاقتور ہو جاؤں گا تو میرے مقابلے میں انسان کی کیا حیثیت ہوگی جبکہ یہ ذہانت اور طاقت بھی مجھے انسان ہی دے گا۔ ہے نا عجیب سی بات۔ ویسے میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ غلام آقا کی جگہ لے۔

■

Dr. Anwar Adeeb, Ibrahim Manzil, Mosaddi Mohalla, Railpar Asansol (W.B)

خلود نقیب

گلابوں کی ڈالی ہے دھرتی مری

دل و جاں سے پیارا ہے ہندوستاں
نگاہوں کا تارا ہے ہندوستاں
یہ دھرتی ہے مولانا آزاد کی
سبھاش اور نہرو کے اجداد کی
کبیر اور نانک کی دھرتی ہے یہ
محبت کو بیدار کرتی ہے یہ
اس پہ رواں ہیں یہ گنگ و جمن
ہیں سیراب جن سے مرے ہم وطن
سپاہی کے جیسا بڑی آن سے
کھڑا ہے ہمالہ بڑی شان سے
پہاڑوں سے چشمے ابلتے ہوئے
درختوں کے سائے مچلتے ہوئے
پرندوں کی اک ڈار اڑتی ہوئی
کبھی پھیلتی اور جڑتی ہوئی
سمندر، ندی، جھیل، تالاب،نہر
ہیں دھرتی پہ آباد پانی کے شہر
عجب حسنِ فطرت کی تصویر ہے
یہ کشمیر جنت کی تفسیر ہے
یہاں ڈل کی لہریں لنڈھاتی ہیں جام
شکاروں میں جب جھلملاتی ہے شام
تو لگتا ہے جگنو غزل خواں ہوئے
پتنگے بھی آ آ کے مہماں ہوئے
نگہباں جو سرحد پہ مامور ہیں
شرابِ محبت سے مخمور ہیں
رنگا رنگ رسموں کی دھرتی ہے یہ
شب و روز بجتی سنورتی ہے یہ

یہاں مذہبوں کے مہکتے ہیں پھول
چہکتی ہے بلبل، مہکتے ہیں پھول
عرب کی زباں گونجتی ہے یہاں
صدائے اذاں گونجتی ہے یہاں
یہاں وید کے شلوک گاتے ہیں لوگ
شب و روز کانسے بجاتے ہیں لوگ
دھنک رنگ ہولی کا تہوار ہے
گلالوں سے رنگین بازار ہے
بہ صد شوق ہولی مناتے ہیں سب
دوالی میں دیپک جلاتے ہیں سب
کہیں پھلجھڑی دے رہی ہے بہار
کہیں ہے مسلسل پٹاخوں کی مار
دوالی ہے آؤ چراغاں کریں
گھروں میں اجالوں کا ساماں کریں
مسرت سے معمور ہے روزِ عید
جہاں بھر میں مشہور ہے روزِ عید
محبت کا پیغام دیتی ہے عید
چہکتی ہے پل پل مہکتی ہے عید
ہے کثرت میں وحدت کا حسن و جمال
یہ دھرتی نہیں جس کی کوئی مثال
ہے آنکھوں میں صبحِ بنارس کا نور
دلوں میں ہے شامِ اودھ کا سرور
بڑی شان والی ہے دھرتی مری
گلابوں کی ڈالی ہے دھرتی مری

■

Khawar Naqeeb Tarweej
P.O- Kood, Sungra
Dist-Cuttack,Odisha-754221

■ الیاس احمد انصاری شاداب

پہچانو! میں کون ہوں؟

ریگستانی راجا ہوں میں
عربوں کا دلدادہ ہوں میں
برسوں سے میں ان کا ساتھی
خدمت میری ذمے داری

ساماں لاتا لے جاتا ہوں
لمبے رستے طے کرتا ہوں
جنگوں میں تھا ان کا ساتھی
جیتے مجھ سے بازی آدمی

رکھتا ہوں میں گردن لمبی
اترا کر نہیں چلتا پھر بھی
اک دن جو پانی پیتا ہوں
ہفتوں تک زندہ رہتا ہوں

دوڑوں ! گرچہ ریتی کا تل
پکّی سڑکیں! چلنا مشکل
واقف میں بیحد باتوں سے
تپتے صحرا کے رازوں سے

نخلستاں ہیں سچے ساتھی
میرا جیون ان سے باقی
اب بھی نہ جو مجھ کو جانیں
ابو سے وہ جا کر پوچھیں

■
Ilyas Ahamd Ansari Shadab
Attar Gali, Momin Pura
Akola - 444001 (Maharashtra)

جاوید اکرم

موسم کے پھل

سردی گرمی اور برسات
ہر موسم کی اپنی بات

سردی میں برفیلی لہر
گرمی میں سورج کا قہر
بارش میں سڑکیں ہوں نہر

لیکن ہر موسم ہے خاص
پھل میوے ہیں سب کے پاس

سردی میں کاجو، بادام
گرمی میں لیچی اور آم
بھٹے ہیں برسات کے نام

ہر موسم کو عزت دی
اس نے سب کو نعمت دی
ہر موسم کا ہر پھل کھاؤ
کھا کر اپنی صحت بناؤ

Jawed Akram
Prabandh Nagar, Lucknow - 226013

منظور عباس

ایک تھا لکڑہارا....

ایک غریب لکڑہارا دن بھر جنگل میں لکڑیاں کاٹ کر شام میں اسی لکڑی کو فروخت کیا کرتا تھا اور اس سے جو رقم ملتی اس سے اپنی بیوی بچوں کا پیٹ پالتا تھا۔ لکڑہارا غریب تو تھا ہی ایماندار بھی تھا۔ کسی سے اس کا کوئی جھگڑا بھی نہیں تھا اور وہ سادگی سے زندگی کے صبح وشام گزارتا تھا ہر روز وہ ایک نئے حوصلے کے ساتھ لکڑیاں کاٹنے کے لئے روانہ ہوتا کہ آج زیادہ لکڑیاں کاٹوں گا تاکہ زیادہ پیسہ ہاتھ آئے۔

لکڑہارے کی بیوی بھی اس کے ساتھ بہت سکون سے اپنی زندگی گزار رہی تھی۔ وہ غربت میں بھی اپنے شوہر کے ساتھ خوش تھی۔ کبھی اپنی زبان پر کوئی شکوہ نہ لاتی۔ روزانہ صبح میں اسے دن کا کھانا اور پانی دے کر رخصت کرتی۔ لکڑہارا اسی کھانے کو دوپہر میں کھاتا اور رب کا شکر ادا کرتا تھا۔

ایک روز لکڑہارا بیوی سے رخصت ہو کر روز کی طرح کام پر روانہ ہوا اور جنگل میں درخت پر چڑھ کر لکڑیاں کاٹنے لگا۔ اسی درمیان اس کی کلہاڑی چھوٹ کر زمین پر گری۔ جہاں پر اس کی کلہاڑی گری وہاں پر ایک آواز گونجی وہ گھبرایا۔ درخت سے نیچے اترا۔ کلہاڑی اٹھا کر کچھ سوچنے لگا۔ پھر اس نے اسی کلہاڑی سے زمین کھودنا شروع کی۔ ابھی تھوڑی سی زمین کھودی تھی کہ ایک خزانہ ملا جس میں بہت سا سونا اور چاندی کے قیمتی زیورات تھے لکڑہارا خزانہ پا کر بہت خوش ہوا اور خدا کا

شکر ادا کرتے ہوئے اپنی بیوی کے پاس آیا اور اسے خزانہ ملنے کا سارا واقعہ کہہ سنایا۔ بیوی بھی بہت خوش ہوئی اور اس نے بھی خزانہ ملنے پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔

اسی گھر کے سامنے لکڑہارے کا امیر ترین بھائی رہا کرتا تھا۔ جس کی شاندار عمارت تھی خوب عیش سے زندگی گزارتا تھا۔ لیکن کبھی بھی اس نے اپنے غریب بھائی کی عزت کا خیال نہیں کیا۔ نہ اس کی کچھ مدد کی۔ الٹے وہ اس کی غریبی کا مزاق اڑایا کرتا تھا۔ لیکن لکڑہارے اور اس کی بیوی نے ہمیشہ صبر کیا۔

ایک دن لکڑہارے کی بیوی نے اس چھپے ہوئے خزانے کے ملنے کا سارا واقعہ اپنے شوہر کے بھائی کی بیوی کو بتا دیا۔ بڑے بھائی کی بیوی بھی بہت خوش ہوئی اور کہا چلو اچھا ہوا اب غربت دور ہو جائے گی۔ لیکن بعد میں اس نے تمام پڑوس والوں کو یہ بتانا شروع کر دیا کہ لکڑہارا اب امیر ہو گیا ہے۔ اسے دولت مل گئی ہے جو کہیں سے چوری کر کے لایا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آس پاس کے تمام لوگ اس کو نفرت سے دیکھنے اور چور سمجھنے لگے۔

لکڑہارا ہمیشہ خاموش رہتا۔ کسی کی باتوں کا جواب نہ دیتا۔ آخر ایک دن اس نے خدا سے فریاد کی کہ آخر کب تک رسوائی کی زندگی گزاروں ہم پر رحم کر اور یہ فیصلہ سنا دے کہ میں کیا ہوں۔ اتفاق دیکھئے کہ لکڑہارے کے بھائی کا ایک بیٹا تھا جو ڈاکوؤں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ ایک رات ڈاکے میں بہت ساری دولت اس کے ہاتھ لگی تھی جو اس نے اپنے والد کو لا کر دے دی تھی۔ اسی سے یہ امیر لوگ بن گئے تھے لیکن لکڑہارے کا بھائی ملازمت کرتا تھا۔ اس لیے اس پر پردہ پڑ گیا تھا۔ جب لکڑہارے نے دعا مانگی تو اللہ نے اس کی فریاد سن لی اور ابھی تک جو بات پوشیدہ تھی وہ عام ہونے لگی۔ لکڑہارے کو خزانہ ملنے کی بات دب گئی اور لکڑہارے کے بھائی کے لڑکے کا ڈاکوؤں کے ساتھ رہنے کا چرچا ہونے لگا اور پڑوسیوں میں ذلت کی نظر سے دیکھا جانے لگا۔

آخر اس روز تمام باتوں کا انکشاف ہو گیا جب لکڑہارے کے امیر بھائی کے یہاں پولیس نے چھاپہ مار کر لوٹا ہوا سامان برآمد کر لیا اور اس کے بیٹے کو پکڑ کر بہت ساری دولت ضبط کر لی۔ وہ پڑوس کے تمام لوگوں کی نظروں سے گر گیا اور اپنے بھائی کو چور بنانے والا آخر خود چور بن کر جیل کی سلاخوں میں بند ہو گیا۔ لکڑہارے کی دولت کی حقیقت پڑوس والوں کو معلوم ہو گئی۔ تمام پڑوس کے لوگ اس کو خزانہ ملنے سے بہت خوش تھے اور اس کی خوشیوں میں شریک تھے۔

■

Manzar Abbas
Daryapur, Patna-800004

■ رومانہ عفت راہی

کہانی

ننھا گلاب

ایک بہت بڑا بے حد خوب صورت باغ تھا۔ اس باغ میں طرح طرح کے پیڑ، پودے اور پھول، گیندا، چنبیلی، موگرا، سدابہار، رات رانی اور گلاب وغیرہ بھی تھے۔ اس باغ میں جہاں تک نظر پہنچتی سبزہ ہی سبزہ تھا۔ اس باغ میں جامن کا ایک بہت بڑا درخت بھی تھا جس پر ایک چنچلی کوئل کا بسیرا تھا۔ کوئل اپنی سریلی آواز کا جادو جگاتی اس کی آواز کانوں کو بہت بھلی لگتی تھی۔ ایک دن کوئل اپنی آواز کا جادو جگا رہی تھی کہ اس کی نظریں گلاب کے پودے پہ ٹھہر گئیں۔ ابھی ابھی ایک گلاب کی ننھی کلی نے آنکھ کھولا۔ گلاب نہایت خوبصورت نرم و ملائم تھا۔ کوئل اس ننھے گلاب کے پاس آئی اور بولی:

''ننھے گلاب... تمھیں اپنی زندگی کی پہلی صبح بہت بہت مبارک ہو۔

ننھا گلاب دھیرے سے مسکرا دیا اور بولا:

''بی کوئل . . . یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ ہم پھولوں کی زندگی بہت کم ہوتی ہے... کوئی انسان ہمیں اپنے گھر کی زینت بناتا ہے... تو کوئی ہمیں پیروں تلے کچل دیتا

ہے۔''

''ارے! ابھی تو تم نے آنکھ کھولی ہے... اور اتنی بڑی بڑی باتیں کررہے ہو...

ویسے ننھے گلاب کیا تم مجھ سے دوستی کرنا پسند کروگے؟'' کوئل گلاب سے کہنے لگی۔

''ہاں... ہاں... کیوں نہیں؟ ہم آج سے دوست ہیں۔'' یہ کہہ کر ننھا گلاب مسکرا دیا۔ پھر وقت بہت تیزی سے گزرتا رہا۔ ننھا گلاب اب بہت بڑا اور بہت خوبصورت ہوگیا تھا۔ کوئل اور گلاب کی دوستی دن بہ دن بہت گہری ہوگئی تھی۔ وہ دونوں ڈھیروں باتیں کیا کرتے۔

ایک دن موسم بہت سہانا ہورہا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ درخت پھول، پودے اس مستانے موسم میں خوب جھوم رہے تھے۔ گلاب اور کوئل بھی بے حد خوش تھے۔ باغ میں بہت سارے لوگ اپنی فیملی کے ساتھ موسم انجوائے کرنے کے لیے آرہے تھے۔ تبھی ایک خوب صورت سا بچہ گلاب کے پاس آ رُکا اور اپنے ابو سے کہنے لگا۔

''ابو جان دیکھیے تو کتنا پیارا اور خوبصورت گلاب ہے۔''... وہ سرخ گلاب کی پنکھڑیوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگا۔

''ہاں بیٹا... واقعی میں یہ گلاب بہت خوبصورت ہے۔'' اس کے ابو سرخ نرم وملائم گلاب کو دیکھ کر مسکرائے۔

''ابو جان! یہ گلاب آپ مجھے توڑ دیجیے نا!''

''نہیں بیٹا پھول تو صرف ٹہنی پہ ہی اچھا لگتا ہے۔'' وہ بچہ اپنے باپ سے ضد کررہا تھا کہ اسے گلاب ہی چاہیے۔ جبکہ گلاب آنکھیں موندیں... اور جامن کے درخت پہ بیٹھی ہوئی کوئل... ان دونوں تک ان باپ بیٹے کی آواز بخوبی پہنچ رہی تھی۔ اب وہ بچہ زور وشور سے رورہا تھا کہ اسے گلاب ہی چاہیے۔

"پلیز... ابو جان مجھے یہ پیارا گلاب توڑ دیجیے نا۔ میں اپنے دوستوں کو بتاؤں گا اور کہوں گا کہ میں اسے باغ سے توڑ کر لایا ہوں۔" گلاب نے آنکھیں کھول کر دیکھا اس بچے کے چھوٹے چھوٹے گالوں پہ آنسوؤں کے نشان صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے ابو اسے سمجھا سمجھا کر تھک گئے لیکن وہ نہیں مانا تو بالآخر اس کے ابو نے ہاتھ بڑھا کر اس خوبصورت گلاب کو ٹہنی سے جدا کر دیا۔ گلاب کو پا کر اس بچے کی آنکھیں چمک اٹھیں اور وہ بے تحاشہ خوش ہوا۔ وہ گلاب کو ہاتھ میں لے کر قریب ہی بنچ پہ بیٹھ گیا اور گلاب کی دھیمی دھیمی خوشبو کو اپنے اندر محسوس کرنے لگا۔ تبھی کوئل اڑتی ہوئی آئی اور ان سے کچھ فاصلے پہ بیٹھتے ہوئے گلاب سے مخاطب ہوئی۔

"پیارے گلاب! تم ٹہنی سے جدا ہو گئے... تمھیں تکلیف نہیں ہوئی...؟ وہ افسردہ سی کہنے لگی: "پی کوئل... اس بچے کو مجھے توڑ کر جو خوشی ہوئی ہے اس کی وجہ سے میں اپنا درد بھول گیا۔"

"پیارے گلاب! تم مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو میں تمھارے بغیر بہت اکیلی ہو جاؤں گی..."

"پیاری دوست... تم اداس کیوں ہو رہی ہو اس باغ میں ڈھیر سارے پھول ہیں۔ میں نہ سہی مجھ سا کوئی دوسرا گلاب اس باغ میں کھل جائے گا... تم اس سے دوستی کر لینا... اب میں نے جانا کہ دوسروں کو خوشی دینا کتنی بڑی خوشی ہے... آج میں بہت خوش ہوں کہ میں کسی کی خوشی کی وجہ بنا۔ یہ کہہ کر وہ مسکرایا تو کوئل نے اپنے دوست کو دیکھا جو بہت جلد اس سے جدا ہونے والا تھا۔ اور پھر وہ پیارا گلاب اس بچے کے ساتھ اس کی خوشی میں خوش ہونے کے لیے اس کے گھر چل دیا۔

■

Rumana Iffat Rahi
Hirapura, Near Medical
Darus Salam,
Achalpur City - 444806 (MS)

محراج الدین

عقل کی شکل

بادشاہ اکبر کا دربار آراستہ تھا۔ اسی بیچ کابل کے سلطان کا ایک ایلچی دربار میں حاضر ہوا۔ اس نے جھک کر بادشاہ کو سلام کیا اور کابل کے سلطان کے بھیجے ہوئے قیمتی تحفے نذر کرنے کے بعد ایک خط بھی اکبر کو دیا۔ بادشاہ نے نذر قبول کی اور خط پڑھا۔ خط میں لکھا تھا: آپ کے دربار میں ایک سے بڑھ کر ایک عقل مند ہنر والے اور علم و دانش میں یکتا لوگ موجود ہیں اور آپ بھی خود بے انتہا ذہین بادشاہ ہیں۔ اس لیے ہم آپ سے گذارش کرتے ہیں کہ آپ بھی ہمارے ایلچی کے ہاتھ عقل کی شکل بھیجنے کی زحمت فرمائیں۔

خط پڑھ کر بادشاہ خود چکرا گئے بھلا عقل کی بھی کوئی شکل ہوتی ہے۔ آج تک خود انھوں نے عقل کی شکل نہیں دیکھی تھی پھر سلطان کو کیا بھیج کر دکھائیں۔ بادشاہ نے کابل کے ایلچی کو عزت سے بٹھایا اور بھرے دربار میں خط کا مضمون پڑھ کر سنایا گیا۔ خط پڑھے جانے کے بعد بادشاہ نے کہا میں اپنے دربار کے نورتنوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس سلسلے میں اپنی رائے ظاہر کریں۔ بیربل کو چھوڑ کر سبھی درباریوں نے اس پر خیال ظاہر کرنے سے مجبوری ظاہر کی۔ بادشاہ نے بڑی امید کے سہارے بیربل کی طرف دیکھا بیربل ان کا مطلب سمجھ گیا۔

"جہاں پناہ! عقل کی شکل دکھائی جا سکتی ہے۔ لیکن اس

کے لیے تین ماہ کی ضرورت ہے۔ میں سلطان کے ایلچی سے گذارش کروں گا کہ وہ اس سندیش کے ساتھ کابل لوٹ جائیں۔ تین ماہ بعد ہم خود سلطان کو عقل کی شکل دکھانے حاضر ہوں گے۔ بیر بل کے بھرے دربار میں اس اعلان کے ساتھ لوگوں میں تعجب کی لہر دوڑ گئی۔ کابل کے سلطان کا ایلچی اس پیغام کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ بادشاہ نے حیرت سے بیر بل سے پوچھا: عقل کی شکل تو ہم نے آج تک نہیں دیکھی پھر تم سلطان کو کیا دکھاؤ گے؟''

''جس دن عقل کی شکل تیار ہو جائے گی۔ اس دن کابل جانے سے پہلے آپ کو دکھا دوں گا۔ بیر بل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اسی دن شام کو بیر بل جمنا کے کنارے گنگا نامی ایک شخص کے کھیت پر گئے۔ گنگا سبزیوں کی کھیتی کرنے میں بہت مشہور تھا۔ بیر بل کو اپنے کھیت پر دیکھ کر وہ حیران رہ

گیا۔ سرکار مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟"

"غلطی کیسی؟ ہم خود تمھیں تکلیف دینے آئے ہیں۔"

"حکم کیجیے سرکار!"

"تم مجھے وہاں لے چلو جہاں کدّو لگائے گئے ہیں" بیلوں میں کدو کی چھوٹی سی بیل لگی تھی۔ اسے دیکھ کر بیربل گنگا کو کافی دیر تک کچھ سمجھاتا رہا۔ پھر واپس چل پڑا۔ تین ماہ پورے ہونے میں ابھی کچھ روز باقی ہی تھے کہ بیربل ایک دن دربار میں ایک اوسط درجے کی ہانڈی لے کر آیا اور بولا "یہ لیجیے جہاں پناہ یہ رہی عقل کی شکل۔ بادشاہ اور درباریوں نے بڑی حیرت سے دیکھا کہ ہانڈی کے اندر ایک بڑے سے کدّو صحیح سلامت پیوست تھا۔ ہانڈی کے اندر ایک بڑا سا کدّو کو منہ سے اندر جانے کی بات بھی نہیں سوچی جا سکتی تھی

بیربل نے کہا۔ اب اسے کابل کے سلطان کے پاس بھجوا دیجیے۔

جب یہ کدّو چھوٹا تھا تبھی بیربل کے کہنے پر گنگا نے اسے ہانڈی کے اندر بیل سے لگے ہوئے ہی ڈال دیا۔ ہانڈی کے اندر بڑھتا ہوا وہ اس میں پیوست ہو گیا تھا۔

کچھ عرصے بعد سلطان کا خط بادشاہ کو ملا جس میں لکھا تھا ہم فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے دربار کے عقلمندوں کا اس دنیا میں کوئی ثانی نہیں ہے۔

■

Peerzada Mehrajuddin
Post Office: Sallar- 192402
(Kashmir)

ڈاکٹر یمس نسیم بلنو

جیمس واٹ
سائنس کی الف لیلہ

جیمس واٹ صنعتی انقلاب کے باوا آدم مانے جاتے ہیں۔ وہ نہ صرف ایک مشہور سائنس داں تھے بلکہ دنیا کے پہلے میکانیکل انجینئر تھے۔

جیمس واٹ لندن کے ایک گاؤں گریک میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی خاموشی پسند تھے۔ پڑھائی لکھائی سے انھیں دلچسپی نہیں تھی۔ جس کی وجہ سے ہمیشہ گھر والوں کے طعنے اور باتیں سننے کو ملتی۔ ان باتوں کو وہ ان سنا کرتے اور قدرت کی بنائی ہوئی چیزوں کو غور سے دیکھا کرتے۔ آپ کے والد کارپنٹر تھے (بڑھئی تھے جو لکڑیوں سے کرسی سے لے کر جہاز تک بناتے تھے)۔ اپنے والد کو کام کرتے دیکھا کرتے۔ بہت دبلے پتلے تھے ہمیشہ طبیعت ناساز رہتی تھی۔ کبھی سر درد تو کبھی دانت درد پھر بھی اپنے والد سے آپ نے کارپنٹری کا کام سیکھا۔ آپ مشینی اوزار بنانا چاہتے تھے۔

مستقل طور پر کوئی سکھانے والا اس وقت کوئی نہیں تھا۔ ایک دن اپنے گھر کے باورچی خانے میں چولے کے پاس بیٹھے تھے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ پکتے ہوئے کھانے کی دیگچی پر رکھا ڈھکن بھاپ سے اوپر اٹھ رہا ہے۔ آپ نے اسے غور سے دیکھا اور ان کے ذہن میں یہ سوال قدرتی طور پر پیدا ہوا کہ آخر یہ ڈھکن اوپر کیوں اٹھ رہا ہے۔ دوسرے دن پانی سے بھری دیگچی انھوں نے آگ پر رکھی اور دیکھنے لگے۔ جب برتن سے بھاپ نکلنے لگی تو انھوں نے اسے ٹھنڈی طشتری سے ڈھک دیا۔ انھوں نے دیکھا طشتری کی نچلی سطح پر پانی کے چھوٹے چھوٹے قطرے جمع ہوئے ہیں۔ جیمس ان قطروں کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ دیگچی کا گرم پانی جب ٹھنڈی طشتری پر پہنچا تو چھوٹے چھوٹے قطروں میں تبدیل ہو گیا۔ اس طرح پانی اور بھاپ دونوں ایک ہی چیز سے اور دونوں کو

> جیمس واٹ ہی وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بھاپ سے انجن بنایا۔ دراصل جیمس واٹ یہ سمجھ گئے تھے۔ جب پانی گرمی کے اثر سے بھاپ کی شکل اختیار کرتا ہے تو شکل کے ساتھ ہی اس کے عمل میں بھی تبدیلی آجاتی ہے

سردی گرمی کے اثر سے ایک دوسرے کی شکل تبدیل کی جاسکتی ہے۔ جیمس کو چونکہ ایسی ہی چیزوں میں دلچسپی تھی جب وہ انیس سال کے ہوئے مشینی پرزوں کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے لندن گئے اور جان مارگن سے تعلیم حاصل کی۔ لیکن طبیعت ٹھیک نہ ہونے کے سبب وہ گھر واپس آگئے۔ چند عرصے کے بعد گلاسکو یونی ورسٹی میں مشینی پرزوں کو ٹھیک کرنے کا کام ملا۔ اس کام سے انھیں یہ تجربہ ملا سلنڈر میں بھاپ بنانے کے لیے جو مسلسل ٹھنڈا پانی پہنچایا جاتا ہے۔اس سے انجن کی حرارت ضائع ہو جاتی ہے۔اور اس کی طاقت میں بہت زیادہ کمی آجاتی ہے اس لیے اب وہ اس کوشش میں تھے کہ انجن کو کس طرح گرم رکھا جائے۔اسی تجربے کے بارے میں لگاتار سوچنے سے یہ خیال آیا اگر حرارت سلنڈر کے قریب ایک دوسرے برتن میں داخل ہو جائے گی اس طریقے سے

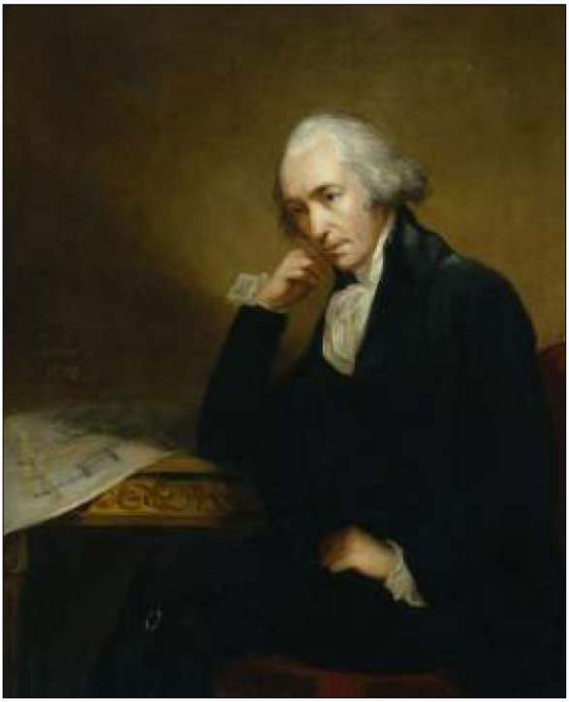

انجن کی گرمی اسی طرح باقی رہے گی اور اس کی طاقت میں اضافہ ہوجائے گا۔اس کے ذریعے جیمس نے انجن کو بہت کار آمد بنالیا اس میں کئی اچھی تبدیلی کی لیکن انھیں بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ان کے پاس سرمائے کی کمی تھی قرض خواہوں سے قرض بھی لیا تھا۔مالی پریشانی بڑھ گئی تھی اس طرح وہ خواہش کے باوجود انجن بنانے سے مجبور تھے۔انھیں دنوں ایک امیر شخص ان کی مدد کے لیے تیار ہوگیا لیکن انجن کو تیار کرنے کے لیے اس وقت کاریگروں کی کمی تھی جس کی وجہ سے انھوں نے انجن بنانے میں غیر تجربہ کار مزدوروں کی مدد لی۔جس کی وجہ سے انجن ٹھیک طریقے سے تیار نہ ہوسکا۔کبھی انجن کی ہوا نکلتی تو کبھی انجن ٹپکتا اس کے باوجود انھوں نے ہمت نہیں ہاری۔اپنے ایک دوست کو خط میں لکھتے ہیں۔ میں ہمیشہ سوچتا رہتا ہوں اس سوچ میں سوائے انجن کے کچھ اور نہیں ہوتا۔وہ انجن کو مسلسل بہتر بنانے میں لگے رہے۔ان تھک محنت کے بعد انھوں نے انجن بنالیا اس انجن کو والٹن نامی شخص نے کوئلے کی کانوں سے کوئلہ نکالنے کے لیے خریدا۔کیونکہ اس وقت کانوں سے کوئلہ نکالنا بڑا مشکل کام تھا۔اس کام کو آسان بنانے کے لیے کئی سائنسدانوں نے کوشش کی لیکن ناکام رہے۔جیمس واٹ ہی وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے بھاپ سے انجن بنایا۔ دراصل جیمس واٹ یہ سمجھ گئے تھے۔ جب پانی گرمی کے اثر سے بھاپ کی شکل اختیار کرتا ہے تو شکل کے ساتھ ہی اس کے عمل میں بھی تبدیلی آجاتی ہے۔اس میں ایک ایسی طاقت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ ڈھکی طشتری کو اٹھا کر گرا دیتی ہے اگر بھاپ کو بڑے پیمانے پر جمع کرلیا جائے بڑی دھاتیں اس کے ذریعہ پگھلائی جاسکتی ہیں۔اسی بھاپ کی طاقت کا فائدہ جیمس واٹ نے اٹھایا اور ایسے مشینی پرزے تیار کیے کہ بھاپ کا کارآمد ریل کا انجن وجود میں آگیا۔اس طرح جیمس واٹ نے دنیا کو ایک کارآمد ریل کا انجن دیا۔والٹن اور جیمس نے مل کر انجن کا ایک کارخانہ قائم کیا اور اس سے دونوں نے کافی فائدہ اٹھایا، آج اسی کارآمد انجن کی مدد سے کتنے ہی قسم کے انجن اور مشینیں بن چکی ہیں اور بن رہی ہیں۔جیمس واٹ کا یہ کارنامہ نہ صرف تاریخ کے سنہری پنوں پر درج ہے بلکہ تمام دنیا اس سے مستفید ہو رہی ہے۔

■

Dr. S. Naseem Banu
Plot No 106, Sadashiva Nagar Ext. Old
Hubli Karnatak - 580024 (KS)

یلور کفیل

شادی گڑیا گڈّے کی

پہلا سین

کردار: افشاں اور درخشاں (دونوں ایک ہی کلاس اور ایک ہی اسکول میں پڑھتی ہیں۔دونوں سہیلیاں ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتی ہیں ان کی عمر نو دس سال ہے)

افشاں: کیا تم اپنی گڑیا کی شادی میرے گڈّے کے ساتھ کرسکتی ہو--؟ بتاؤ! کروگی نا--؟

درخشاں: (حیرت سے)--''شادی--! میری گڑیا کی شادی تمہارے گڈّے کے ساتھ--؟

افشاں: ہاں! ہاں!--سچ! بڑا مزا آئے گا--جب ہم اپنی گڑیا اور گڈّے کی شادی کریں گے--؟ چلو! آج ہی کرتے ہیں--؟

درخشاں: (درخشاں نے چونکتے ہوئے کہا) نہیں! نہیں! آج نہیں پھر کبھی۔

دوسرا سین

افشاں: درخشاں! بتاؤ نہ تم اپنی گڑیا کی شادی میرے گڈّے سے کروگی نا--

درخشاں: میں نے امّی سے بھی کہا تھا کہ افشاں میری گڑیا سے اپنے گڈّے کی شادی کرنا چاہتی ہے--

افشاں: (بے چینی سے) پھر! پھر!-- کیا کہا تمہاری امّی نے--؟

درخشاں انھوں نے بتایا کہ شادی ایسے ہی تھوڑے ہوتی ہے--

افشاں: اچھا! تو پھر کیسے ہوتی ہے--؟

درخشاں: پتا ہے شادی میں بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں--؟ بہت پیسے خرچ ہوتے ہیں--ہاں--!

افشاں: شادی میں کیا-- کیا ہوتا ہے--؟

درخشاں: بہت سارے کام ہوتے ہیں--شادی کی بہت ساری تیاریاں ہوتی ہیں--اور ہاں! تمہیں ہمارے گھر بھی تو آنا پڑے گا--

افشاں: پر میں تو روز ہی تمہارے گھر آتی ہوں--؟

درخشاں: ارے بدھو! ایسے نہیں--تم ٹھہری گڈے والی تم ہی تو رشتہ لے کر آؤ گی ہمارے گھر--؟

تیسرا سین

افشاں: لو بھئی تمہارے گھر آ گئی میں--اب تو اپنی گڑیا کی شادی تم میرے گڈے سے کر دو گی نا--؟

درخشاں: (مسکراتے ہوئے) ارے پاگل ایسے تھوڑے ہی! تم میرے گھر آئی ہو-- بیٹھو--اب میں تمہیں چاکلیٹ، پیسٹری بسکٹ کھلاؤں گی اور کولڈ ڈرنک بھی پلاؤں گی--

افشاں: (خوشی سے چہکتے ہوئے) چاکلیٹ اور پیسٹری--؟ (پھر کچھ سوچتی ہے) لیکن تم مجھے چاکلیٹ، پیسٹری کیوں کھلاؤ گی--؟ کیا آج تمہاری سالگرہ ہے--؟

درخشاں: (اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے) نہیں! نہیں!--مجھے امی نے بتایا تھا کہ جب کوئی گڑیا کی شادی کا رشتہ لے کر آتا ہے تو اسے ناشتہ کراتے ہیں--اور پتا ہے چاکلیٹ کھلا کر میں بھی اپنی گڑیا کی شادی تمہارے گڈے سے کر دوں گی--

افشاں: (بے صبری سے پوچھتی ہے) ابھی!

درخشاں: نہیں! نہیں! ایسی جلدی بھی کیا ہے-- آج تو میں امی ابو کے ساتھ شادی میں جا رہی ہوں--

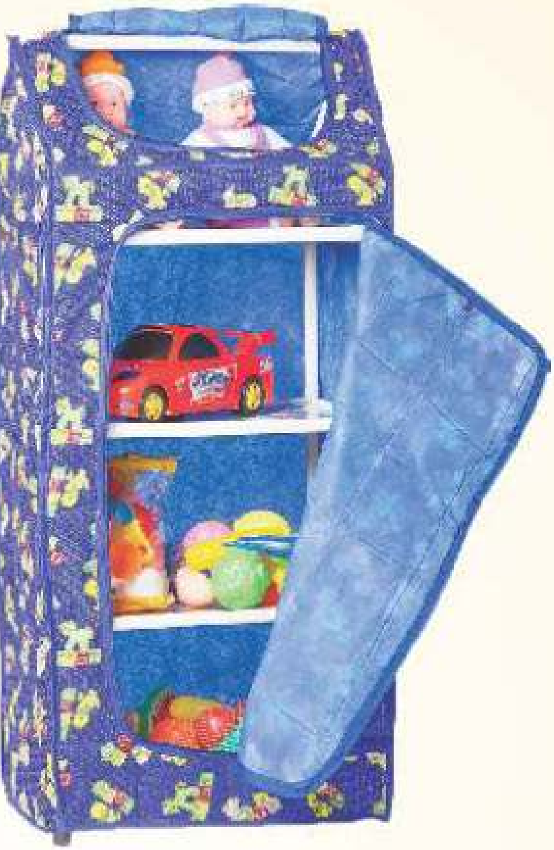

چوتھا سین

درخشاں: ارے افشاں! یہ تو بتاؤ تمہارا گڈا کیا کام کرتا ہے--یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں--؟

افشاں: چونک کر کام--؟

درخشاں: ہاں کام!--امی کہہ رہی تھیں کہ جب گڑیا کی شادی گڈے سے کرتے ہیں تو پہلے یہ پوچھتے ہیں کہ گڈا کیا کام کرتا ہے--وہ گڑیا کو کیا کھلائے گا-- کیا پہنائے گا--؟

افشاں: (پہلے تو سوچ میں پڑ جاتی ہے پھر کہتی ہے) میرا گڈا ابو کی طرح سروس کرتا ہے--

درخشاں : (تالی بجاتی ہے) اچھا! پھر تو خوب پیسے ملتے ہوں گے--؟

افشاں : (دونوں ہاتھوں کو پھیلاتے ہوئے) ہاں خوب سارے--

درخشاں : (کچھ سوچتے ہوئے) لیکن میری گڑیا رہے گی کہاں--؟

افشاں : (اس سوال پر تھوڑا گھبراتی ہے پھر سنبھل کر کہتی ہے) میرا گڈا کھلونوں کی الماری میں رہتا ہے تمہاری گڑیا بھی اسی کے پاس رکھ دوں گی--دونوں ساتھ-- ساتھ رہیں گے --

درخشاں : (انکار میں سر ہلاتے ہوئے) نہیں نا--
تمہیں پتا بھی ہے جب میرے چاچا کی شادی ہوئی تھی تو چاچا اور چاچی، دادا اور دادی سے لڑ کر الگ گھر میں جا کر رہنے لگے تھے-- میری گڑیا بھی تمہارے کھلونوں کی الماری میں نہیں چاچا--چاچی کی طرح الگ رہے گی--

افشاں : اچھا! اچھا! لیکن میں بھی تم سے بہت سارا سامان لوں گی اور بہت ساری چیزیں کھاؤں گی--پتا ہے باجی اور امی جب باتیں کر رہی تھیں تو میں نے سنا کہ باجی کی شادی کے لیے امی نے بہت سارا سامان جمع کیا ہے--جو وہ انھیں دیں گی-- تم نے بھی تو اپنی گڑیا کی شادی کے لیے ڈھیر سارا سامان جمع کیا ہوگا--؟

درخشاں : ہوں--اچھا!
(درخشاں گہری سوچ میں ڈوب جاتی ہے)

پانچواں سین

افشاں : ہاں! تم نے ابھی کچھ پوچھا تھا درخشاں--؟

درخشاں : ہاں افشاں! --بتاؤ تمہارا گڈا کہیں گندی چیزیں تو نہیں کھاتا پیتا--؟

افشاں : (سوچتے ہوئے) گندی چیز! کیا گندی چیز--میں کچھ بھی نہیں--؟

درخشاں : ہمارے گھر میں ایک آنٹی آتی ہیں جنھیں امی کھانا اور پیسے دیتی ہیں، کل تو وہ بہت رو رہی تھیں اور امی کو بتا رہی تھیں کہ کل انکل نے انھیں نشہ میں بہت مارا-- میں نے امی سے پوچھا کہ نشہ کیا ہوتا ہے تو انھوں نے بتایا کے آنٹی کا گڈا گندی چیز پیتا ہے-- اس لیے آنٹی کو مارتا ہے-- افشاں

بتاؤ تمہارا گڈا تو گندی چیز نہیں چبا۔۔؟ وہ میری گڈیا کو مارے گا تو نہیں۔۔؟

افشاں : (اپنے گڈے کی حمایت کرتے ہوئے) نہیں! نہیں امیرا گڈا تو بہت پیارا اور اچھا ہے۔۔وہ تو کسی کو کچھ نہیں کہتا۔۔پتا ہے کل پڑوس والی دادی ہمارے گھر آئی تھیں تو امی کو بتا رہی تھیں کہ جب سے ناہید آنٹی کے گھر آئی ہیں ہمیشہ ان سے لڑتی رہتی ہیں۔۔ کیا تمہاری گڑیا بھی مجھ سے لڑے گی۔۔؟

چھٹا سین

درخشاں: افشاں! میں نے فیصلہ کرلیا کہ میں اپنی گڑیا کی شادی تمہارے گڈے سے نہیں کروں گی۔

افشاں : (حیرت سے) کیوں ا۔۔؟

درخشاں: کیونکہ جب میری گڑیا تمہارے گھر چلی جائے گی تم اسے پریشان کروگی۔۔ ٹھیک سے اس کی دیکھ بھال بھی نہیں کروگی۔۔ہاں !۔۔اگر تم اپنا گڈا مجھے دے دو تو میں اسے اپنے گھر رکھ لونگی اور گڑیا کی شادی بھی اس سے کر دوں گی۔۔ارے ٹی وی میں بھی تو ایسا ہی دکھلاتے ہیں۔۔ (کچھ سوچتے ہوئے) مجھے بھی اپنے گڈے کی شادی تمہاری گڑیا سے نہیں کرنی۔۔ تمہاری گڑیا مجھ سے اور میرے گڈے سے لڑے گی اور ہمیں پریشان کرے گی۔۔ مجھے اپنے گڈے کو بھی تمہارے گھر نہیں بھیجنا۔۔ ہونھ! جاؤ رکھو اپنی گڑیا اپنے پاس۔۔

اسی وقت دونوں کی مائیں وہاں آتی ہیں اور دونوں کو سمجھاتی ہیں:

افشاں کی امی: دیکھو بیٹا! تم دونوں کو لڑنا نہیں چاہیے۔۔لڑائی اچھی چیز نہیں۔۔

درخشاں کی امی: ہاں! یہ سمجھ لو کہ سارے گڈے خراب نہیں ہوتے اور نہ ساری گڈیا۔۔

افشاں کی امی: بالکل جو لوگ ماں باپ کا کہنا مانتے ہیں وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی خوشی بانٹتے ہیں۔۔

دونوں سہیلیاں بات سمجھ کر حامی بھرتے ہوئے سر ہلاتی ہیں

■

Yawar Kafeel
Mohallah: Lal Masjid
Amroha-244221

انصاری حفیظ الرحمن

جھیلوں، جھرنوں کا شہر اودے پور (راجستھان)

ریاست راجستھان میں جے پور کو گلابی شہر اور ودے پور کو جھیلوں، جھرنوں کا شہر کہتے ہیں۔ راجستھان کے راجہ، مہاراجاؤں کا حسن انتخاب اور حسن تعمیر دیکھ کر عش عش کرنے کو جی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ انسانیت اور اعلیٰ کردار کا مجسم نمونہ تھے۔ آئیے ہم آپ کو اودے پور کے گلی کوچوں اور گلیاروں میں لیے چلتے ہیں۔

صاف ستھری۔ تنگ اور کشادہ ہر طرح کی گلیاں اور راستے موجود ہیں۔ میڈیکل اسٹورز، کھلونوں کی دکانیں، جوتے، مٹھائیوں کی دکانیں، سرکاری عمارتیں۔ رہائشی مکانات مساجد ومنادر اور گرجا بھی ہم نے دیکھے۔ یہاں چند دن گزارنے پر معلوم ہوا کہ یہاں بزنس پر بوہرہ کمیونٹی کا غلبہ ہے، چوبی (لکڑی کے) کھلونوں کی دکانیں پر بوہرہ مرد کٹورہ پہنے اور ان کی خواتین خانہ یا نوجوان لڑکیاں زردوزی کے لہنگوں یا پھر عام سی میکسی میں نظر آئیں۔

چوک کے علاقوں کشادہ چار راستوں کی مناسب جگہوں پر شیر میواڑ رانا پرتاپ سنگھ اور ان کے وفادار گھوڑے چیتک کا مجسمہ نصب ہے۔ مکانات دو یا تین منزلہ، کھڑکی دروازوں پر باریک سی حریری چلمن لہراتی ہوئی آپ دیکھیں گے۔

جھیلوں کی باری: اودے پور میں سیاحتی مقامات کو دکھانے کے لیے سرکاری بس، ٹمپو، ٹیکسیاں معمولی طور پر جبکہ سائکل رکشہ تقریباً 80% یہ کام کر رہے ہیں۔ رنگین فواروں، خوبصورت جھرنوں، پھولوں کی خوشبوں سے معطر

تختوں۔ ہاتھی اور دیگر حیوانات کے مجسموں سے مزین یہ باغ ہر سال ہزاروں سیاحوں کی توجہ کھینچتا ہے۔اس کا نام سہیلیوں کی باڑی ہے اگر آپ نے پیٹھن ڈیم دیکھا ہوتو وہ اس کا عشر عشیر تک نہیں ۔یہ تفریح گاہ مسرتوں کے خزانوں سے لبریز ہے۔اس جگہ تفریح کے بعد دل میں خوشی اور راحت کی کلیاں چٹکیں اور روح سرسبز و شاداب ہوگئی۔

بھارتیہ لوک کلامنڈل: نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں راجستھان کی کٹھ پتلیوں (Puppets) کا Show مشہور ہے ۔کسی عمارت میں یا Tents میں خوبصورت Stages پر یہ Show دکھائے جاتے ہیں ۔سلسلہ وار کئی Tents اسی مقصد کے تحت بنے ہوئے ہیں ۔مشہور فلمی نغموں کی دھنوں پر خوبصورت سجی سجائی کٹھ پتلیاں دل کو بھاجاتی ہیں ۔اس کے ساتھ منسلک ایک چھوٹا سا میوزیم بھی ہے ۔مہاراجہ -مہارانی شاہزادوں، شہزادیوں، سیناپتیوں کے قد آدم پورٹریٹ موجود ہیں۔ بالخصوص مہارانا پرتاپ سنگھ جی اور ان کا گھوڑا چیتک سیاحوں کے منظور نظر رہتے ہیں۔گائیڈ ہلدی گھاٹی کی لڑائی، ہاتھیوں کی لڑائی کے ساتھ دیگر معرکوں میں چیتک کی وفاداری کو بڑے موثر انداز میں بیان کرتے ہیں ۔یہاں کے لوگ گیتوں اور مشاہیر مقامات کے لیے Sound Light and شو کا بھی اہتمام رہتا ہے۔مہارانا پرتاپ سنگھ کا اسلحہ خانہ، زرہ بکتر،

توپ خانہ، خنجر، تلوار دیکھ کر سیاح خوش ہوتے ہیں۔ میدان جنگ سے زخمی رانا پرتاپ سنگھ جی کو چیتک کے ذریعے اٹھالانا بڑا ہی پر اثر واقعہ لگتا ہے۔

ستی پلیس : ستی پلیس ہی کی طرح یہاں کا ناٹے قد کا چرب زبان گائیڈ بھی ہے۔اس کے انداز بیان اور لچھے دار باتوں میں سیاح، حیرت و استعجاب کے دریا میں غرق رہتے ہیں۔ مثلاً وہ اس طرح کہ وہ کسی ستون کو ہتھیلیوں سے رگڑ کر کسی سیاح کو سنگھاتا ہے اور پوچھتا ہے ''کیوں صاحب صندل کی خوشبو آرہی ہے نا؟'' میں نے ذرا الگ ہٹ کر ایک مقامی فرد سے پوچھا ''کیوں صاحب اس کی باتوں میں کتنی صداقت ہے۔ کیا اتنے عرصہ تک صندل کی مہک قائم رہ سکتی ہے؟'' وہ بولا ''ارے صاحب جھوٹ بکتا ہے وہ پہلے سے ہی ہاتھوں پر صندل کا پاؤڈر مل کر لکچر دیتا ہے''۔

جھیل فتح ساگر : اودے پور نیم ہلالی پہاڑیوں کے دامن میں بسا ہوا خوبصورت سا شہر ہے۔ موسم باراں میں ان پہاڑیوں کا پانی نشیب میں جمع ہو کر خوبصورت سی جھیل میں تبدیل ہو گیا۔ جھیل کے خوبصورت پانی میں بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیاں اپنا عکس دیکھ کر ضرور شرما جاتی ہوں گی۔ شام ڈھلتے مختلف النوع پرندوں کا جھیل پر اترنا۔ پانی میں ڈبکیاں لگانا روح کو شاداب کرتا ہے۔ جھیل کے آس پاس ریزورٹ۔ کافی ہاؤس، P u b، مہمان خانے، بوٹ کلب، اسپورٹس کلب، گولف کلب۔ 5 ستارہ ہوٹلز اور شاپنگ مالز اس جھیل اور اودے پور کا اضافی حسن ہے۔

یہاں 15 افراد کی بوٹ Hire کر کے کشتی رانی کا مزہ لیا جا سکتا ہے۔ راقم الحروف بھی ایک بوٹ میں پندرہویں رکن بن کر سوار ہو گئے۔ بوٹ میں کافی دیر تک مزہ لیتے رہے اور آس پاس کے ہوشربا مناظر دیکھتے رہے۔ ایک مقامی آدمی

10 سالہ خوبصورت سی بچی کے ساتھ میرا ہم سفر تھا۔ ہم اس وقت نہرو گارڈن آچکے تھے۔ مختلف گروپ نے سیاحوں کو گائیڈ فلم راجہ جانی کے گیتوں کی شوٹنگ کا حال بتلا رہے تھے۔
موتی مگری جھیل سے لگ کر تقریباً سات آٹھ فٹ کی راہداری سے گزرتے ہم موتی مگری کی طرف چلے۔ راستہ میں

کچھ میٹر کے فاصلوں سے سنگی بنچ، سیاحوں کی استراحت کے لیے رکھے گئے ہیں۔ ایک بلند ٹیلہ ہے۔ خوبصورت سبز میدانوں میں بے شمار آرٹسٹ ان خوبصورت مناظر کو Canvas پر بکھرتے نظر آئے۔ بعض مع اہل وعیال پینٹنگ میں مصروف تھے۔ اندازاً 100 سیڑھیاں چڑھنے کے بعد ہم پونہ کے Table Land جیسے ایک مقام پر آگئے۔ خوشبو کے جھونکوں نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ اس مسطح زمین (بلکہ پہاڑی) پر وسط میں خوبصورت چبوترہ بنا ہوا ہے۔ اس کے وسط میں ایک بلند و بالا مقام پر مہارانا پرتاپ سنگھ اور ان کے چیتک کا مجسمہ کالے رنگ کا ہے۔ جب تک رانا پرتاپ سنگھ میواڑ کے راجہ رہے آس پاس کے باغی راجاؤں کو سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی۔
اسی مقام سے ذرا ہٹ کر ایک ایسا Tower ہے جس کی تعمیر کچھ ایسی ہے کہ بہت سارے کپ اوندھے رکھ دیے گیے ہوں۔ تنگ سے چکر دار زینہ سے Tower کی بلندی تک لوگ جاتے ہیں۔ راہداری اتنی تنگ ہے کہ آنے جانے والوں کو ایک دوسرے کا خیال کرنا ہوتا ہے۔ Tower سے آس پاس کے مناظر اور جھیل کا منظر دوگنا حسین نظر آتا ہے۔

■

Ansari Hafizurrahman
S. No. 76, Plot No. 55, Ansar Colony
Nayanpura Ward, Malegaon - 423203

قسط وار ناول

چھٹی قسط

اُلٹا دَرَخت

▫ کرشن چندر

اب تک آپ نے پڑھا کہ ایک موچی کا تھوڑا سا بے وقوف مگر منہ پھٹ اور بے روزگار بیٹا یوسف اپنی ماں کے کہنے پر بادشاہ کے پاس کام مانگنے گیا تو بھلے اور ظالم بادشاہ نے اس کے خوب صورت باغیچے پر ہی قبضہ کر لیا۔ وہاں ایک تک چڑھی شہزادی ملی۔ اس نے یوسف کی ماں کا کنواں چھین لیا۔ اب غریب یوسف کے پاس ماں کے علاوہ ایک جھونپڑی اور ایک گائے رہ گئی۔ ماں نے کہا گائے بیچ دو ورنہ بھوکے مر جائیں گے۔ بازار میں ایک شخص نے اسے صرف تین بیج دے کر گائے لے لی اور کہا یہ بیج ایک ساتھ بوئے گا تو ایک ایسا درخت اگے گا جس کی اونچائی آسمان تک ہوگی۔ ان میں سے

دو بیج ضائع ہو گئے۔ یوسف بڑا پریشان ہوا اور اس نے بچا ہوا بیج باغیچے کی زمین میں دبا دیا۔ رات کو خوب بارش ہوئی اور صبح اٹھا تو اس نے دیکھا کہ بیج والی زمین میں ایک عجیب درخت اگا تھا جس کی جڑیں زمین پر تھیں اور تنا اور شاخیں زمین کے اندر اتر رہی تھیں۔ ماں کے منع کرنے پر بھی یوسف اس درخت پر نیچے کی طرف چڑھنے لگا۔ کافی نیچے اترنے پر وہ آوازوں کے ایک شہر میں پہنچ گیا۔ ایک سرگوشی جیسی آواز نے اسے شہر کی کہانی سنائی اور بتایا کہ یہاں تمام آوازوں کو آسمان جتنے اونچے گنبد میں قید کر لیا گیا ہے۔ مگر ان قیدی آوازوں نے وہاں سے بادشاہ کے محل تک ایک سرنگ بنائی اور اس میں فتیلہ بن کر گھس گئیں۔ یوسف کا کام تھا اس فتیلے کو آگ لگانا۔ اس نے فتیلے کو آگ دکھائی اور تیزی سے الٹے درخت پر جا پہنچا۔ کچھ ہی دیر میں آوازوں کا شہر تباہ ہو گیا اور یوسف درخت پر نیچے چڑھنے لگا۔ تین دن تین رات چڑھنے کے بعد اندھیرے میں کسی نے اسے درخت سے اتار لیا۔ اسے محسوس ہوا جیسے کوئی اسے اپنی مٹھی میں دبائے ہوئے ہوا میں اڑ رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس ہاتھ نے اسے ایک بہت بلند اور بڑے دروازے پر اتار دیا۔ یہ دروازہ اتنا بڑا تھا کہ ایک دیو بھی اس کے نیچے سے آسانی سے نکل سکتا تھا۔ یوسف تو خیر آدمی تھا۔ بڑی آسانی سے اندر چلا گیا۔ دروازے کی محراب پر لکھا تھا: کالے دیو کا شہر۔ یوسف درخت پر چڑھتا یوں سمجھ لو کہ زمین کے اندر اترتا چلا گیا جہاں ہر منزل پر اسے ایک نئی دنیا ملی...

موہن نے پوچھا "آخر اس شہر کی سرکار اندھیرے میں کیوں کام کرتی ہے؟"

"اس شہر ہی میں نہیں، بہت سی جگہوں کی سرکاریں اندھیرے میں کام کرتی ہیں اور شہریوں کی آنکھ سے اوجھل رہ کر بہت سی باتیں طے کر لیتی ہیں۔ ہٹو مجھے جانے دو۔" یوسف نے کہا۔

چاروں طرف گھپ اندھیرا تھا۔ شہریوں کی چیخ و پکاریں بند ہو گئی تھیں۔ اب چاروں طرف سناٹا تھا صرف یوسف کے دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دور جا کے یہ چاپ بھی بند ہو گئی۔ پھر تھوڑے وقفے کے بعد ایک زور کی چیخ سنائی دی۔

خوف سے موہن کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ چند لمحوں کے بعد جب وہ مکان کی اوٹ سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ مینار کے سامنے سے کالے صندوق غائب ہیں، اور لوہے کے بنگلے کے پاس زمین پر یوسف کی لاش پڑی ہے۔

"ہائے ہائے" شہزادی اور موہن روتے روتے یوسف کی لاش کے پاس دوڑے دوڑے گئے۔ شہزادی نے یوسف کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ یوسف کے ماتھے پر سانپ کے ڈنک کا نیلا نشان موجود تھا۔ شہزادی زار و قطار رونے لگی۔ موہن بھی چیخنے چلانے لگا۔ ان دونوں بچوں کو روتے دیکھ کر ایک بوڑھا ان کے پاس آ کر کہنے لگا "کیا بات ہے بچو کیوں روتے ہو؟"

"ہمارا ساتھی مر گیا اسے سانپ نے کاٹ کھایا۔"

"سانپ نے کاٹ کھایا؟"

بوڑھا مسکرانے لگا۔ اس نے سبز رنگ کی قبا پہن رکھی تھی اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کی موٹھ پر چاندی کے دو پر لگے ہوئے تھے۔ جو ہر وقت پھڑ پھڑاتے ہوئے معلوم

ہوتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لکڑی ابھی ابھی اس بوڑھے کے ہاتھ سے نکل کر خود بخود اڑ جائے گی۔ اس بوڑھے کی داڑھی بڑی لمبی اور نورانی تھی۔ بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔

"بچو تمہارا دوست مرا نہیں ہے، بے ہوش ہے۔"

موہن اور شہزادی نے بوڑھے کا ہاتھ پکڑ لیا، اور بڑی لجاجت سے بولے "بابا کسی طرح سے ہمارے ساتھی کو اچھا کر دیجیے۔"

بوڑھے نے کہا "میں اسے اچھا نہیں کر سکتا، میں بوڑھا ہوں۔ ہاں تم اسے اچھا کر سکتے ہو۔" اس نے موہن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں؟" موہن نے پوچھا۔ "وہ کیسے؟"

بوڑھے نے کہا "اس سانپ کے کاٹے کی ایک ہی دوا ہے۔"

"وہ کس کے پاس ہے؟" موہن نے پوچھا۔

بوڑھے نے کہا "تم دوا ڈھونڈنے جاؤ گے؟"

"جاؤں گا۔ اپنے دوست کی جان بچانے کے لئے اگر مجھے اپنی جان بھی دینی پڑے تو جان دے کر دوا لاؤں گا۔"

"شاباش بیٹے" بوڑھے نے موہن کی پیٹھ ٹھونک کر کہا۔ "اب سنو تمہیں کیا کرنا ہے۔ تمہیں اس شہر سے باہر نکل کر پھر واپس اپنے درخت پر جانا ہوگا۔" "جاؤں گا۔"

"وہاں درخت پر ایک میل تک چڑھتے جانا۔ کوئی ایک میل اوپر جا کے ایک بہت بڑی شاخ آئے گی۔"

"بائیں طرف یا دائیں طرف؟"

"بائیں طرف۔ اس پر ایک بورڈ لگا ہوگا۔ سوتوں کا شہر۔ تم اس ڈال پر چلنے لگو گے تو کوئی دو ڈھائی میل جا کے وہ ڈال ختم ہو جائے گی۔ جہاں ڈال ختم ہوگی وہاں تمہیں ایک غار ملے گا۔ یہ غار سات میل تک ایک پہاڑ کے اندر چلی گئی ہے۔ جب تم اس غار سے نکلو گے تو تم ایک خوبصورت وادی میں پہنچ جاؤ گے۔ سوتوں کا شہر اس وادی میں ہے۔ وہاں شہر کی سب سے بڑی خانقاہ میں تمہیں ایک بڈھا پادری ملے گا۔ جس کے گلے میں ایک صلیب ہوگی اور ایک سنہری زنجیر میں لٹکتا ہوا لعل ہوگا۔ اگر وہ پادری تم کو یہ لعل دے دے تو یوسف کی جان

بچ سکتی ہے۔ کیونکہ اس لعل میں یہ خاصیت ہے کہ اگر اسے اس جگہ لگایا جائے جہاں سانپ نے ڈنک مارا ہے، تو یہ لعل سانپ کا سارا زہر چوس لیتا ہے اور آدمی زندہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ سب کام تین دن میں ہو جانا چاہیے۔ نہیں تو سانپ کا زہر چلتا چلتا یوسف کے دماغ میں پہنچ جائے گا، اور پھر یوسف کسی طرح نہیں بچ سکے گا۔"

"میں ابھی جاتا ہوں۔" موہن نے کہا "مگر یہ یوسف کی لاش؟"

"تم گھبراؤ نہیں۔ تم جاؤ۔ ہم اسے سنبھال لیں گے۔ میں سامنے والے مکان کے تہ خانے میں رہتا ہوں۔ شہزادی میرے پاس رہے گی۔ تم لعل لے کے وہیں آجانا۔"

جب موہن چلا گیا تو بوڑھے نے شہزادی سے کہا "آؤ گھر چلیں۔"

"مگر یوسف؟"

بوڑھے نے کہا "اسے یہیں پڑا رہنے دو۔ وہ خود بخود اس کی لاش کو اٹھا کر اندر لے جائیں گے۔"

"مگر وہ تو جلا دیں گے نا۔" شہزادی بولی۔

"نہیں تین دن تک نہیں جلائیں گے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہے؟"

"تم میرے ساتھ آؤ سب بتاتا ہوں۔ ہمارا زیادہ دیر تک یہاں کھڑے رہ کر باتیں کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ سرکار سن لے گی

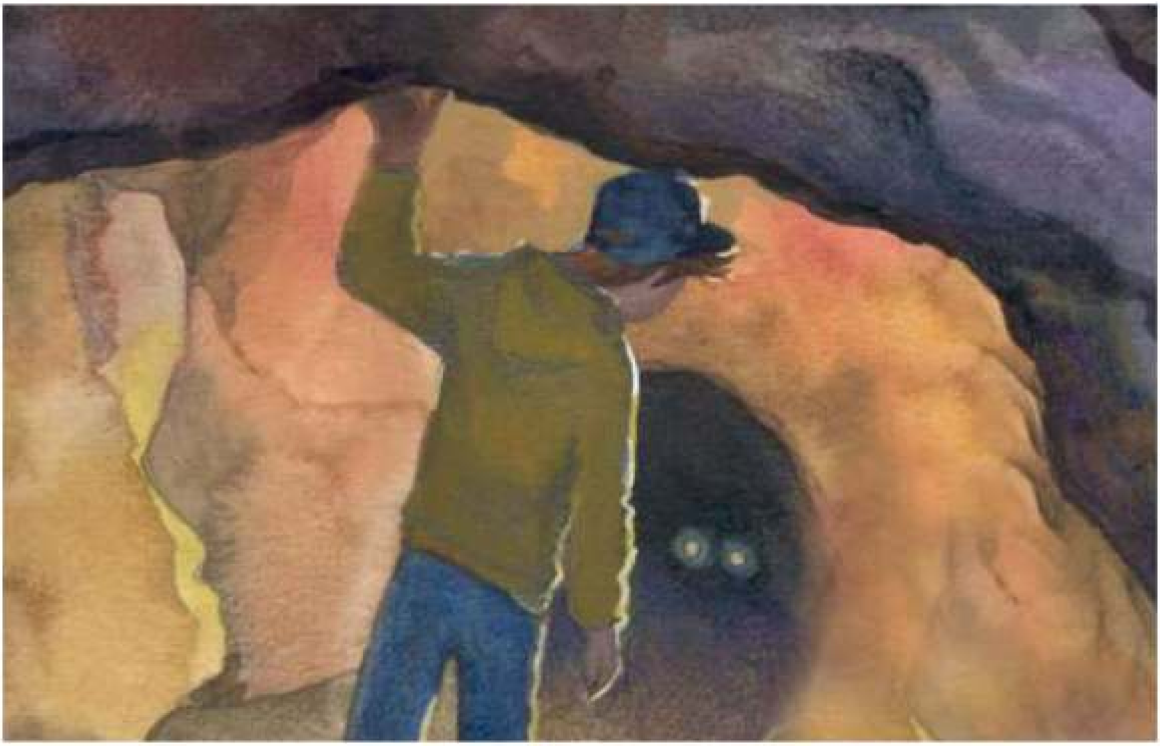

تو خفا ہو جائے گی، اور خواہ مخواہ شک ہوگا۔"

بوڑھا شہزادی کو لے کر اپنے تہہ خانے میں چلا گیا۔ وہاں اس نے صندوق سے ایک آئینہ نکالا۔

"یہ کیا ہے؟" شہزادی نے پوچھا۔

"یہ جادو کا آئینہ ہے۔ اس میں سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔"

بوڑھے نے آئینے کے دو سروں پر لگے ہوئے تار جوڑ دیے۔ تھوڑی دیر میں آئینے کی سطح پر حرکت پیدا ہوئی ہے جیسے پانی میں کنکر پھینکنے سے حرکت پیدا ہوتی ہے۔ پھر آئینہ ساکن ہو گیا۔

شہزادی نے آئینہ میں دیکھا۔ موہن درخت پر چڑھ رہا ہے، پھر اس نے دیکھا مینار کے پھاٹک کھل گئے اور مینار سے چار نقاب پوش باہر نکلے اور یوسف کی لاش کو لے کر اندر چلے گئے۔ پھاٹک بند ہو گیا۔ اب کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

بوڑھے نے آئینہ کا رخ بدلا۔ اب اسے مینار کے اندر کا نظارہ دکھائی دے رہا تھا۔ نقاب پوش یوسف کی لاش کو اٹھا کے ایک عالی شان دربار ہال میں پہنچے۔ وہاں دربار میں ناچ ہو رہا تھا اور ایک اونچے تخت پر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بڑا ہی قیمتی لباس پہنے بیٹھا تھا۔ اس نے نقاب پوش آدمیوں کو اشارہ کیا۔ نقاب پوش یوسف کی لاش لے کر برف خانے میں چلے گئے۔ برف خانے میں لے جا کے انہوں نے یوسف کے جسم کو رکھ دیا، اور برف خانے کو تالا لگا کے واپس چلے گئے۔

"یہ نقاب پوش کون تھے؟ وہ تخت پر کون بیٹھا تھا؟ وہ لڑکی ناچنے والی کون تھی؟" شہزادی نے بوڑھے سے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔

بوڑھا مسکرانے لگا۔ اس کے عصا کے پر زور سے

پھڑ پھڑائے۔ اس نے آہستہ سے کہا "بیٹی موہن کو آنے دو پھر سب بتادوں گا۔"

ادھر موہن جب درخت پر اکیلے چڑھ رہا تھا تو اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی کیونکہ اس کے ہاتھ میں صرف ایک انگوٹھا تھا اور باقی انگلیاں غائب تھیں۔ اس لئے وہ بہت مشکل سے اوپر چڑھ رہا تھا۔ آج اس کی مدد کرنے والا ساتھی بھی اس کے ساتھ نہ تھا۔ آج سب کام اسے خود کرنا پڑ رہا تھا۔ مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔ وہ بڑی دلیری سے اندھیرے ہی میں درخت پر اوپر چڑھتا رہا۔ اس کے ہاتھ چھلنی ہو گئے۔ اس کے انگوٹھوں سے خون نکلنے لگا۔ پھر بھی موہن نے ہمت نہ ہاری اور درخت کے اوپر چڑھتا ہی رہا۔ کئی بار وہ اوپر چڑھ کے نیچے پھسل گیا اور پھر ہمت کر کے اوپر چڑھ گیا۔ جب وہ تیسری شاخ پر پہنچا تو اس کے سارے جسم میں خراشیں آ گئی تھیں اور ہاتھ اور پاؤں سے خون بہہ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اس کا جی چاہا کہ وہ واپس لوٹ جائے۔ مگر جب اسے یوسف کی لاش کا خیال آیا تو فوراً اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس نے اپنے دانت بھینچ لئے اور گرتا پڑتا اس بڑی ڈال پر ہولیا۔ جہاں سے اس بوڑھے کے کہنے کے مطابق سوتوں کے شہر کو راستہ جاتا تھا۔

ایک میل تک اس ڈال پر چلتے چلتے موہن اور بھی تھک گیا۔ اس تھکن کی وجہ سے ایک جگہ سے اس کا پاؤں پھسلا تو وہ نیچے لٹک گیا۔ اب اس کا سارا جسم اور ٹانگیں اوپر تھیں اور پاؤں کے صرف دو انگوٹھوں سے اس نے درخت کی ایک شاخ کو زور سے پکڑا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اس کے انگوٹھوں کی گرفت سے یہ شاخ بھی نکل گئی تو یا ٹوٹ گئی تو پھر وہ کئی میل نیچے اندھیرے میں جا گرے گا، اور پھر شاید اس کی ہڈی پسلی بھی نہیں ملے گی۔

دوبارہ ڈال پر آنے کے لئے اس نے آہستہ سے بندر کی طرح شاخ کو جھلانا شروع کیا۔ آہستہ آہستہ وہ پینگ بڑھاتا گیا۔ گو اس کی کوشش میں اس کے جسم کی ساری قوت خرچ ہو رہی تھی۔ مگر یہاں زندگی اور موت کا سوال تھا۔ کسی وقت بھی یہ شاخ ٹوٹ سکتی تھی۔ مگر اس خطرے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے موہن شاخ کو جھلاتا گیا اور پھر ایک ہی جھٹکے میں جست لگا کر اس نے بڑی ڈال کو پکڑنا چاہا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ وہ بدستور ہوا میں الٹا لٹکتا رہ گیا۔ اب وہ کیا کرے؟ موہن نے ادھر اُدھر بھترے ہاتھ مارے مگر کہیں کوئی شاخ اس کے قابو میں نہ آئی۔ وہ الٹا لٹک رہا تھا، اور وقت گذر رہا تھا۔ آخر کار بڑی کوشش سے وہ ہاتھوں اور جسم کو سکوڑ کر اوپر کی طرف گھومتے ہوئے آیا۔ اس کوشش میں اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے جسم کی ساری ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ لیکن پھر بھی موہن نے ہمت نہ ہاری۔ آخر وہ بڑی کوشش سے گھوم کر اور سکڑ کر اور ادھر ہو کر واپس درخت پر سیدھا ہونے میں کامیاب ہو گیا، اور اس نے اپنے ہاتھ ڈال پر ٹیک دیئے۔ اس کا سارا جسم پسینے سے بھیگ گیا تھا، پسینہ پونچھنے کے لئے وہ اپنا ہاتھ ماتھے پر لے گیا۔ لیکن وہ چونک پڑا۔ اس کے ماتھے پر انگوٹھے کے بجائے پانچ انگلیوں والا ہاتھ لگا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور وہ خوشی سے چلا اٹھا "آہا میرے ہاتھ پر پانچوں انگلیاں اگ آئیں۔"

اور واقعی اب موہن کے دونوں ہاتھوں پر پانچ پانچ انگلیاں موجود تھیں۔ جیسے سبھی انسانوں کے ہاتھوں پر ہوتی ہیں۔ موہن حیرت اور خوشی سے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ چوم لئے۔ عین اس وقت چاروں طرف ہلکی ہلکی گلابی روشنی ہو گئی۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں میں قوت آ گئی اور وہ اس روشنی کی مدد سے ڈال پر دوڑتا گیا۔ یہاں بھی وہی گلابی روشنی اسے راستہ دکھا رہی تھی۔ یہ سات میل کا راستہ بھی اس نے دوڑتے ہوئے ہی طے کیا۔

صاحب وہ غار کے دوسری طرف نکلا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک اونچے پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہے۔ چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور پہاڑوں سے گھری ہوئی ایک خوبصورت وادی ہے۔ ڈھلان پر بھیڑ بکریاں چر رہی ہیں۔ درخت پھلوں سے، سیب، ناسپاتی، آڑو اور اناروں سے لدے پھندے ہیں۔ زمین پر گھاس مخمل کی طرح ملائم ہے۔ دھان کے کھیتوں میں پانی چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور وادی کے بیچوں بیچ ایک خوبصورت قلعہ کھڑا ہے۔ موہن نے سوچا یہی وہ سوتوں کا شہر ہوگا۔

موہن پہاڑ سے نیچے اترنے لگا۔ راستے میں اسے ایک گڈریا ملا، جو بھیڑ چرا رہا تھا۔ موہن نے اس سے پوچھا "کیوں بھئی نیچے وادی میں یہ قلعہ اور بہت سے مکان نظر آتے ہیں۔ کیا یہی سوتوں کا شہر ہے؟"

گڈریا نے آہستہ سے سرگوشی میں کہا "ہیں! غوں! غوں غو...... کیا کہتے ہو؟"

موہن نے چلا کر کہا "میں پوچھتا ہوں، سوتوں کا شہر کیا یہی ہے؟"

"آں ہاں۔ یہ...... ہی...... ہے...... خرخر۔"

گڈریا اپنی بات کہہ کے پھر درخت سے ٹیک لگا کے سو گیا اور خراٹے لینے لگا۔ موہن نے اپنے دل میں کہا عجیب گڈریا ہے یہ؟

آگے چلا تو کچھ دور جا کر کے اس نے دیکھا کہ ایک پہاڑی چشمے کے نیچے ایک عورت گھڑا رکھے بیٹھی ہے۔ قریب

جا کے دیکھا تو معلوم ہوا وہ بیٹھی نہیں ہے۔ بیٹھی بیٹھی سو رہی ہے۔ گھڑا ابھرا ہوا ہے اور عورت گھڑے کو ایک ہاتھ سے تھامے سو رہی ہے۔ اس کی آنکھیں کھلی ہیں۔ مگر آنکھیں جیسے کسی چیز کو نہیں دیکھ رہی ہیں۔

موہن نے کہا "گھڑا ابھر گیا ہے۔ اٹھو میں پانی پی لوں۔"

"ایں؟" عورت نے نیم غنودگی کے عالم میں کہا۔

موہن چلایا "میں کہتا ہوں گھڑا ابھر چکا ہے۔ اسے پرے ہٹا لو۔ میں چشمے سے پانی پیوں گا۔"

عورت آہستہ سے اٹھی۔ آہستہ سے اس نے گھڑا اٹھایا، اپنے سر پر رکھا اور نیچے گھاٹی کی اور چل دی۔ چلتے چلتے بھی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ جاگتے ہوئے نہیں، سوتے ہوئے چل رہی تھی۔

موہن آگے بڑھا تو اسے دس جلاہے کھڈیوں پر کام کرتے نظر آئے یہاں بھی وہی حالت تھی۔ تانا بانا چل رہا تھا۔ مگر خواب کی حالت میں جلاہوں کے ہاتھ پاؤں کام کرتے تھے۔ کپڑا بھی بنا جا رہا تھا مگر نیند کی حالت میں۔ موہن نے ایک تانے کے دو تین تاگے توڑ دیے تو ایک جلاہے نے بغیر کسی غصے کے آہستہ سے کہا

"کیوں .... تنگ کر .... تے .... ہو .... ہو .... جا .... ؤ۔"

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جلاہوں نے افیون پی رکھی ہے۔ موہن آگے چلا تو ناسپاتیوں کے ایک جھنڈ کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ پکی سنہری خوب صورت ناسپاتیاں جھکی ہوئی شاخوں سے لٹک رہی تھیں۔ انھیں دیکھ کر موہن کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اس نے ایک ناسپاتی توڑنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو آواز آئی "ایں کیا کرتے ہو؟ مجھے سونے دو نا......؟"

پہلے تو موہن نے سوچا عجیب جگہ ہے، یہاں کی ناسپاتی بھی سوتی ہیں اور سوتے سوتے بولتی ہیں۔ پھر اس نے سر گھما کر ادھر اُدھر دیکھا تو اسے ایک درخت کے نیچے مالی آدھا سوتا اور آدھا جاگتا ہوا ملا۔ موہن نے مالی سے پوچھا۔

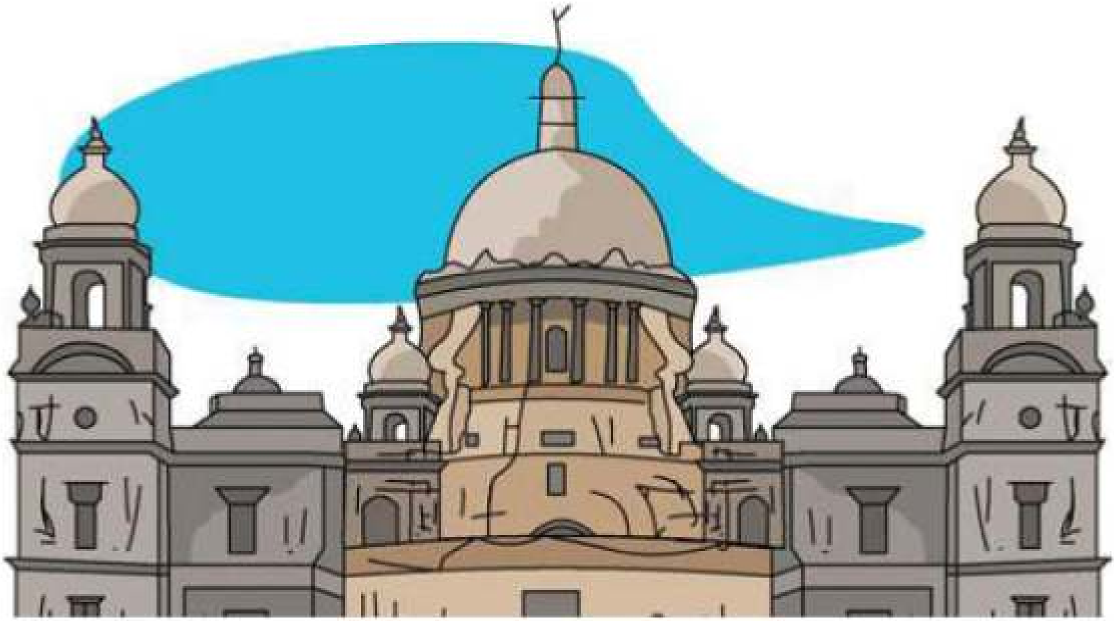

"خانقاہ کدھر ہے؟"

"وہ کیا ہے...... سامنے...... جا...... وَ...... خر...... خر" مالی جواب دے کر پھر سو گیا۔

خانقاہ کی سیڑھیوں پر پادری کھڑا تھا۔ ہاں وہی پادری تھا جس کا اتا پتہ بوڑھے نے بتایا تھا۔ اس پادری کے گلے میں وہی صلیب لٹک رہی تھی اور وہ لعل، جسے پا کر یوسف کی جان بچ سکتی تھی۔ موہن نے سوچا کم بخت یہ پادری بھی سوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ سیدھے اس کی گردن سے لعل اتار کر لے چلو۔ اس سوتوں کی نگری میں کسی سے کچھ مانگنا یا بات کرنا بے کار ہے۔ یہ سوچ کر موہن نے سیدھا اچک کر پادری کے گلے میں پڑے ہوئے لعل کو جھٹکنا چاہا۔ لیکن پادری نے بڑی سختی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا:

"تم کون ہو؟ کیا بات ہے؟"

موہن نے حیرت سے کہا "ارے تم...... تم سوئے ہوئے نہیں ہو؟"

"نہیں تو" پادری نے کڑک کر کہا۔

"معاف کیجیے گا پادری صاحب مجھ سے غلطی ہوئی۔ دراصل راستے میں جتنے آدمی ملے۔ سب سو رہے تھے۔ میں نے سوچا آپ کو جگانے کی زحمت کیوں لوں۔ اپنا کام کر کے چلتا بنوں۔"

"تمہیں کیا کام ہے میرے بیٹے؟" پادری نے بڑی نرمی سے کہا۔

اب موہن نے ساری رام کہانی سنا دی اور لعل کی ضرورت بیان کی پھر بڑی منت سماجت سے کہا "دیکھیے پادری صاحب، اگر آپ یہ لعل نہیں دیں گے تو میرا دوست مر جائے گا۔"

پادری نے کہا "میں لعل تو دے سکتا ہوں مگر ایک شرط پر......"

"وہ کیا ہے؟"

"تمہیں اس لعل کے بدلے مجھے موتیوں والا شنکھ لا کے دینا ہوگا۔"

"موتیوں والا شنکھ؟ کہاں ملے گا؟ میرے پاس تو ہے نہیں۔"

"میں جانتا ہوں وہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ مگر تم کوشش کرو تو لا کے دے سکتے ہو۔"

"تو جلدی بتایئے شنکھ کہاں ہے؟"

پادری نے ہاتھ پھیلا کے کہا "نیچے وادی میں وہ قلعہ جو ہے نا۔ اس میں سات دیو رہتے ہیں۔ اس وادی پر انہیں دیوؤں کی حکومت ہے۔ ان دیوؤں نے اس وادی کے لوگوں کو سوتے جاگنے کے چکر میں پھنسا رکھا ہے۔ یعنی ساری وادی کو سوتے جاگتے کے چکر میں پھنسا رکھا ہے۔ یعنی ساری وادی کے لوگ نہ اتنے سوئے ہوئے ہیں کہ کوئی کام کر سکیں اور نہ اتنا جاگتے ہیں کہ اپنا برا بھلا سوچ سکیں۔ بس اس حالت میں ان لوگوں کو چھوڑ کر دیو لوگ اپنے قلعہ میں بڑے آرام سے پرے عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وادی کے تمام لوگ ان کا کام کرتے اور دیو لوگ جو کچھ انہیں دے دیتے ہیں۔ خوشی سے قبول کر لیتے ہیں اور کام کیے جاتے ہیں۔ انہیں معلوم بھی نہیں ہے کہ وہ دیوؤں کے غلام ہیں۔ وہ اب آدمی نہیں رہے، سوتی ہوئی بھیڑیں بن چکے ہیں۔ میں انہیں اس نیند سے جگانا چاہتا ہوں۔"

"مگر اس موتیوں والے شنکھ سے کیا ہوگا؟"

جاری...

■ کرشن پرویز

بزرگوں کا احترام

ہم بزرگوں کا احترام کریں
صبح اٹھ کر انھیں سلام کریں
صبح ممکن نہیں تو شام کریں
روز ہم کوئی نیک کام کریں
جب ملاقات ہو کسی سے بھی
پہلے آداب پھر کلام کریں
اپنے کردار خوش کلامی سے
ساری دنیا کو ہم غلام کریں
دور پرویز جھوٹ سے رہنا
کہہ کے سچ بات شاد کام کریں

■

Krishan Parvez
Journalist
Kharar, Mohali - 140301 (Punjab)

تحقیق و ترتیب: رضوان رضوی

دلچسپ اور حیرت انگیز

بھیڑیے کی دم

مغربی امریکہ میں ایک حیرت انگیز خاصیت رکھنے والا بھیڑیا پایا جاتا ہے جو اپنی دم کا رنگ بدل سکتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں دم کا رنگ چمکتا براؤن اور سردی کے دنوں میں ہلکا سرمئی کرلیتا ہے۔

پہیے والے مکان

نیو ساؤتھ ویلز میں ایک ایسا گاؤں ہے جس کے تمام مکان لکڑی کے ہیں اور ہر مکان کے نیچے پہیے لگے ہوتے ہیں۔ جس جگہ پر وہ گاؤں ہے اکثر وہاں سیلاب آتے رہتے ہیں۔ جب گاؤں والے سیلاب کا خطرہ محسوس کرتے ہیں تو وہ اپنے مکان کو خطرے کی حد سے دور لے جاتے ہیں۔ اس گاؤں میں کل دو سو مکانات ہیں اور اس کی آبادی کل دو ہزار ہے۔

کتیا نے شیر کے بچوں کو دودھ پلانا شروع کر دیا

بچو! یہ تو تم جانتے ہو کہ چین آبادی کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ چین کے باشندے اپنی سخت محنت کے باعث دنیا بھر میں ایک الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح یہاں آئے دن حیرت انگیز واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلے میں پچھلے دنوں بیجنگ کے چڑیا گھر میں ایک حیرت انگیز واقعہ ہوا جب اس چڑیا گھر کے رکھوالوں نے ایک پنجرے میں کتیا کو شیر کے دو بچوں کو دودھ پلاتے ہوئے دیکھا۔ یہ بچے چند ہفتے قبل پیدا ہوئے تھے اور جسمانی پیچیدگی

کے باعث ان کی ماں اپنے بچوں کو دودھ پلانے سے قاصر تھی جس کی وجہ سے دونوں بچے شدید نقاہت کا شکار ہو گئے۔ تاہم ان کی یہ پریشانی چڑیا گھر میں موجود کتیا سے نہ دیکھی گئی اور اس نے جذبہ ممتا سے سرشار ہو کر ان شیر کے بچوں کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ ان کو بھوک مٹانے کے لیے انھیں اپنا دودھ پلانا شروع کر دیا۔

بالوں والا درخت

آسٹریلیا میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے بالکل انسانی بال کی طرح ہیں۔ اس لیے اس درخت کو بالوں والا درخت کہتے ہیں۔

بندر انسان کے سر درد کا علاج کرنے لگا

پیارے بچو! تیونس میں ایک ایسے بندر کی موجودگی کا انکشاف ہوا ہے جس کا ہاتھ لگتے ہی سر درد ختم ہو جاتا ہے۔ یہ انکشاف تیونس کے ایک شخص نے کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کے بندر میں یہ صلاحیت ہے کہ جب یہ مریض کے سر پر ہاتھ رکھتا ہے تو اس کا سر درد اور آدھے سر کا درد دس سے پندرہ منٹ میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس بندر کے باعث اس کا گاؤں جو دارالحکومت سے 30 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ آدھے سر کے درد میں مبتلا دنیا بھر کے مریضوں کے لیے جنت بن چکا ہے۔ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ زیادہ تر مریضوں میں خواتین ہوتی ہیں جو دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھتی ہیں۔ خاص کر لیبیا، الجیریا اور فرانس وغیرہ سے بہت مریض آتے ہیں۔

تجوری کھولنے کا ایک انوکھا طریقہ

چور ہو یا ڈاکو ان کے ذہن ہر وقت نت نئی ترکیبیں سوچتے رہتے ہیں تا کہ زیادہ سے زیادہ کمائی ہو سکے۔ اس سلسلے میں آسٹریا کے چوروں نے ایک نرالا طریقہ اختیار کیا ہے۔ انھوں نے ایک دفتر میں نقب لگائی اور وہاں کی تجوری لے اڑے۔ اس تجوری میں تقریباً پانچ ہزار یورو (چھ ہزار ڈالر) کے نوٹ پڑے تھے۔ اب انھوں نے سوچا کہ تیز رفتار ریل سے ٹکرا کر یہ تجوری کھولی جائے۔ پھر ایسا ہوا بچو! اگلی رات وہ تجوری ریل کی پٹری پر لے گئے۔ جب تیز رفتار ریل آئی تو وہ واقعی اس سے ٹکرا کے وہ تجوری ٹوٹ گئی۔ مگر یہ کیا... سارے نوٹ باہر نکل کر پھیل گئے۔ ادھر ریل کو زبردست دھچکا پہنچا اور وہ الٹتے الٹتے بچی۔ آسٹریا کے قومی ریلوے کے ترجمان کا کہنا ہے۔ ”یہ ملک کی تاریخ میں پہلا واقعہ ہے کہ تجوری کھولنے کے لیے ریل استعمال کی گئی۔“

خوشبودار اخبار

بچو! فروری 1964 کو لندن کا اخبار ”سنڈے سن“ ایسے کاغذ پر شائع ہوا تھا جس میں سے خوشبو نکل رہی تھی۔ اس خوشبو کی وجہ یہ تھی کہ اس اخبار میں صابن بنانے والی کمپنی نے اپنے صابن کا اشتہار شائع کرایا تھا اور اخبار کے کاغذ میں اس صابن کی خوشبو شامل کر دی تھی

■

Rizwan Rizvi
Aashyana, Banaulia,
Bihar sharif 803101 (Nalanda)

ہنسی کے غبارے

گاہک (دکان دار سے) تم دوزخ میں جانا پسند کرو گے یا جنت میں۔!
دکان دار! جہاں گاہک زیادہ ہو۔

بڑا بھائی چھوٹے بھائی کو ڈانٹتے ہوئے! تم نے کبھی الو دیکھا ہے؟
چھوٹا بھائی (ڈر سے سر جھکاتے ہوئے) "نہیں" بڑا بھائی: "نیچے کیا دیکھتے ہو میری طرف دیکھو"

ایک شریر بچے نے کلاس میں داخل ہوتے استاد سے سوال کیا "جناب! جو کام میں نے کیا ہی نہ ہو اس کی سزا بھی مجھے ملنی چاہیے؟"
"ہرگز نہیں" استاد نے کہا۔ "تو سر! آج میں نے اپنا ہوم ورک نہیں کیا۔"

ننھے نے ایک روز گھر آکر شکایت کی۔ اسے کلاس میں بلیک بورڈ دکھائی نہیں دیتا۔ والدین بہت گھبرائے اور آنکھوں کے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ اس نے معائنہ کیا تو آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ اب بات اور پیچیدہ ہو گئی۔
ڈاکٹر نے تنگ آکر ننھے سے پوچھا آخر تمہیں بلیک بورڈ کیوں نظر نہیں آتا؟۔ میری اگلی سیٹ پر ایک لمبے قد والا لڑکا بیٹھتا ہے۔
ننھے نے معصومیت سے جواب دیا۔

شاہد ساحل کی سیر کر رہا تھا اس نے سمندر میں ایک شخص کو چیختے ہوئے سنا۔ بچاؤ! بچاؤ! مجھے تیرنا نہیں آتا۔ شاہد نے ہنستے ہوئے کہا مجھے گولف کھیلنا نہیں آتا مگر میں نے کبھی تمہاری طرح چیخ چیخ کر اعلان نہیں کیا۔

بیٹا: (امی سے) امی آپ کے سر کے بال سفید کیوں ہوتے جا رہے ہیں؟
امی: بیٹا جب تم مجھے تنگ کرتے ہو تو میرا ایک بال سفید ہو جاتا ہے۔ جب تم پھر تنگ کرتے ہو تو پھر ایک بال سفید ہو جاتا ہے۔
اسی طرح اگر تم مجھے تنگ کرتے رہو گے تو میرے سارے کے بال سارے بال سفید ہو جائیں گے۔
بیٹا: اچھا اب میری سمجھ میں آیا کہ نانی اماں کے سارے کے سارے بال سفید کیوں ہو گئے ہیں۔

ایک شخص رات کے وقت قبرستان میں بیٹھا چرس پی رہا تھا۔

ایک پولیس والے کو آتا دیکھ کر اس نے چرس چھپا لی اور دعا مانگنے لگا۔ پولیس والے نے پوچھا رات کو یہاں کیا کر رہے ہو؟ وہ بولا اپنے والد کی قبر پر دعا مانگ رہا ہوں۔ پولیس والا بولا پر یہ تو بچے کی قبر ہے؟ وہ شخص گھبرا کر کہنے لگا۔ وہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔

محمد نورعین بن نسیم اختر

انوکھا انعام

خلیفہ ہارون رشید بہت ہی علم دوست اور دانشمند خلیفہ تھا۔ وہ کسی بھی ہنرمند کو اپنے دربار سے خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا بلکہ قیمتی انعامات دے کر ہمت افزائی کرتا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے اس کے دربار میں ایک ماہر کرتب باز کرتب دکھانے کے لیے آیا۔

اس نے خلیفہ سے کہا کہ میں ایک سوئے کے ناکہ میں سے تھوڑے فاصلہ سے دس سوئیاں پھینک کر گزار سکتا ہوں۔

خلیفہ نے اس سے پوچھا کیا تم حقیقت میں ایسا کر سکتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں

خلیفہ نے کہا اگر تم ایسا کر کے دکھاؤ گے تو میں تمھیں قیمتی انعام سے نوازوں گا۔ یہ کہہ کر خلیفہ نے اسے اجازت دے دی۔

پھر کرتب باز نے دربار میں ایک سوا گاڑ دیا۔ اور دس قدم دور کھڑا ہو کر دس کی دس سوئیوں کو اس سوے کے ناکے سے گزار دیا۔

خلیفہ ہارون رشید سمیت تمام درباری حیرت میں پڑ گئے کہ اس نے یہ سب کیسے کیا۔

کرتب باز اور تمام درباری یہ سمجھ رہے تھے کہ اب اسے قیمتی انعامات سے نوازا جائے گا۔

لیکن تبھی خلیفہ نے اپنے خازن سے کہا کہ کرتب باز کو سونے کی اشرفیوں سے بھری دس تھیلیاں دے دی جائیں۔

اور جلاد سے کہا کہ کرتب باز کو دس کوڑے لگائے جائیں۔

اتنا سننا تھا کہ پورے دربار میں خاموشی چھا گئی کہ یہ کیسا انعام ہے۔

کرتب باز کے گویا پیروں تلے زمین نکل گئی۔

خلیفہ کا حکم سنتے ہی خازن اور جلاد حرکت میں آگئے اور کرتب باز کو اس عجیب وغریب انعام سے نوازا۔

پھر وزیروں نے اس عجیب وغریب انعام کے متعلق خلیفہ سے پوچھا کہ اس کے پیچھے کیا حکمت تھی۔

خلیفہ نے جواب دیا کہ میں نے اسے سونے کی اشرفیاں اس لیے دیا کہ یہ کرتب بہت ہی انوکھا کرتب تھا۔ اسے کوئی عام آدمی نہیں کرسکتا۔ اسے بہت محنت ومشقت کرنی پڑی ہوگی۔

اور میں نے اسے کوڑے اس لیے لگوائے کہ یہ کام اس کے لیے آخرت میں کچھ بھی فائدہ نہیں دے گا اور نہ اس کام سے انسانیت کو فائدہ ہوگا۔

اگر اس نے اپنی صلاحیت کو کسی اور خیر کے کام میں لگایا ہوتا تو اس سے اس کی بھی آخرت سنورتی اور عوامی خدمت بھی ہوتی۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ صرف پیٹ پالنے کے لیے اپنی بہترین صلاحیت کا استعمال کیا۔

یہ سن کر کرتب باز نے آئندہ ایسا کرنے سے توبہ کی اور خیر کے کاموں میں لگ گیا۔

■

Mohd Noorul Ain bin Naseem Akhtar
Pahar Ganj, New Delhi

■ عائشہ صدیقی

میں نہیں جانتا

ایک عجمی شخص جو عربی بالکل نہیں جانتا تھا۔ اس کا ایک بیٹا تھا۔ اس نے اس کو پڑھنے لکھنے کے لیے ایک مدرسہ میں بھیجا تا کہ وہ علم سیکھے اور عالم وفاضل ہو، اس پر دل کھول کر پیسہ خرچ کیا۔ کافی وقت گزر جانے کے بعد اس نے دیکھا کہ اس کا مال بہت زیادہ خرچ ہو گیا ہے۔ ایک دن بیٹے سے پوچھا: اے بیٹے! تو نے ایک لمبی عمر گزار دی، کچھ علم سیکھا کہ نہیں؟ بیٹا جو کہ عالم وفاضل اور عقل مند ہو گیا تھا، چاہا کہ والد کے دل سے اس بات کو دور کیا جائے اور اپنے علم وفضل کا مظاہرہ کیا جائے تو اس نے کہا، ہاں! اے والد بزرگ، میں نے تمام عربی، فارسی زبان وبیان کو پڑھ لیا ہے اور فقہ وحدیث، قرآن کی تفسیر وغیرہ بھی اچھی طرح سیکھ لی ہے۔ باپ نے کہا: بکواس مت کر۔ اگر عربی زبان پڑھ لی ہے تو کوئی کتاب لا تا کہ میں امتحان لوں اور جو کچھ میں پوچھوں اس کو فارسی میں بتانا۔ بیٹے نے کہا ٹھیک ہے، پھر بیٹے نے ایک کتاب والد کے ہاتھ میں دی، باپ نے جب وہ کتاب کھولی تو پہلے ہی صفحہ پر یہ لفظ لکھا تھا ''لا اعلم'' (میں نہیں جانتا یا مجھے معلوم نہیں) بیٹے سے معلوم کیا کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ بیٹے نے فارسی میں ہی جواب دیا ''نمی دانم'' کہ میں نہیں جانتا۔ باپ جو پوری طرح جاہل تھا غصہ میں بھر گیا اور کہا اے بیٹے! میں تیرے بارے میں کس قدر فکر مند تھا اور میرے پاس جتنا مال ودولت تھا، تجھ پر برباد کر دیا۔ اب صرف ایک ہی بات تجھ سے معلوم کرتا ہوں تو، تو کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ چھڑی اٹھائی اور بیٹے کی پٹائی شروع کی کہ جلدی کر اور فارسی میں بتا کہ ''لا اعلم'' کا مطلب کیا ہے۔ بیٹے نے فوراً فارسی میں کہا ''اے والد گرامی! میں نے کہا نا کہ میں نہیں جانتا''۔

■

Aeysha Siddiqui
Mohalla Gher Munaf, Amroha

عفیفہ زمن

سبھی کی ہے چاہت یہ 'بچوں کی دنیا'

ہے بچوں کی راحت یہ 'بچوں کی دنیا'
ہے سامانِ فرحت یہ 'بچوں کی دنیا'

ہے یکساں مفید آج چھوٹے بڑوں کو
ہر اک دل کی راحت یہ 'بچوں کی دنیا'

عجب دلربا ہے غضب کا مزہ ہے
سبھی کی ہے چاہت یہ 'بچوں کی دنیا'

سبھی کے دلوں کو یہ بہلائے ہر دم
مٹاتی ہے نفرت یہ 'بچوں کی دنیا'

بڑے اور بچے ہیں دیوانے اِس کے
ہے سب کی ضرورت یہ 'بچوں کی دنیا'

ہے آپس میں جینے کا تحفہ نرالا
نشانِ محبت یہ 'بچوں کی دنیا'

غموں سے جو دنیا کے ٹوٹا ہوا ہو
ہے اُس کی بھی حاجت یہ 'بچوں کی دنیا'

ہر اک آن و لمحہ عفیفہ زمن کو
ہے پڑھنے کی عادت یہ 'بچوں کی دنیا'

■

Afeefa Zaman
105 NH, Ikram Nagar, Munna Lal Road
'Mawana' Distt. Meerut - 250401 (UP)

شبنم بانو، درجہ: ششم، اندرا گاندھی اُردو گرلس ہائی اسکول، بیاول

محمد ایان سیفی، درجہ: 1، شاہین باغ، نئی دہلی-110025

قاضی ثانیہ نعیم الدین، درجہ: ششم، نگر پالیکا اردو اسکول نمبر-۲۴، جلگاؤں

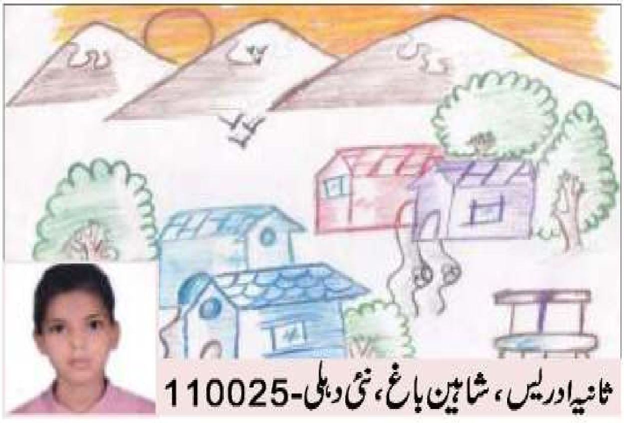

ثانیہ ادریس، شاہین باغ، نئی دہلی-110025

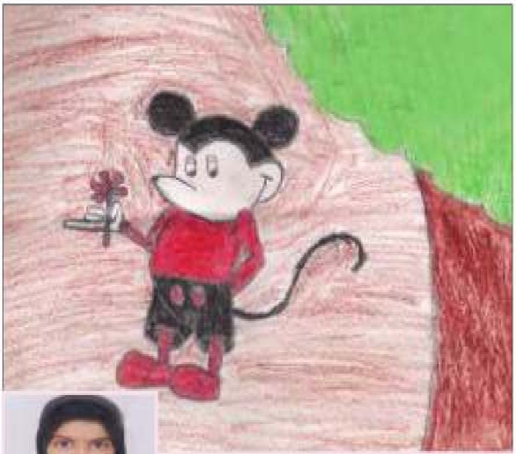

زینب بی شیخ امین، درجہ: ششم
نگر پالیکا اردو اسکول نمبر-24، بھساول، جلگاؤں

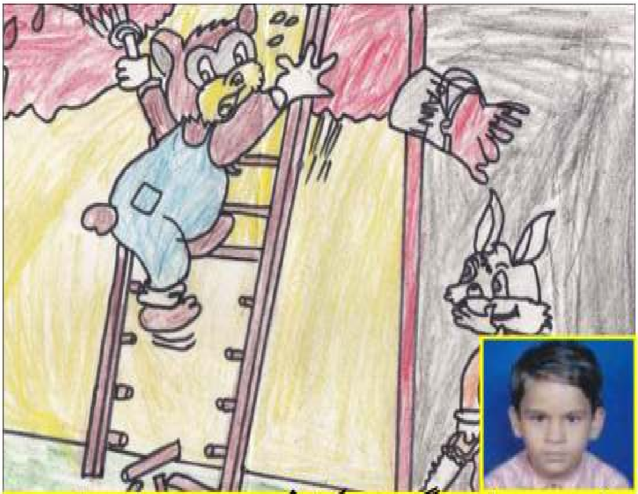

شعیب رضا نثار احمد، نگر پالیکا اسکول نمبر-24، بھساول، جلگاؤں

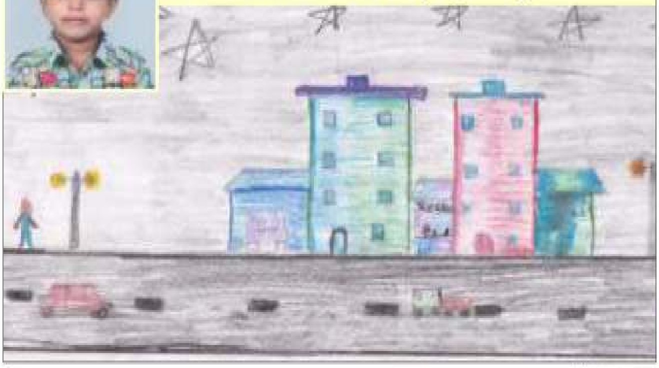

التمش، شاہین باغ، نئی دہلی-110025

روشنی شیخ الیاس، درجہ: پنجم، نگر پالیکا اسکول نمبر24، بھساول، جلگاؤں

شائستہ بانو نظام الدین، درجہ: پنجم، نگر پالیکا اسکول نمبر-24، بھساول، جلگاؤں

کامران انصاری، اسلامیہ اردو ہائی اسکول، مومن پورا، ناگپور

بچوں کی باتیں

Facebook اردو فیس بک

انکل جی آداب! میرا نام تبسم محراج ہے۔ میری عمر گیارہ سال ہے اور میں درجہ پنجم میں پڑھتی ہوں۔ 'بچوں کی دنیا' ہر مہینے پڑھتی ہوں۔ ٹائٹل جاذب نظر اور پرکشش ہے۔ بچوں کی دنیا واقعی ایک قابل تعریف رسالہ ہے اس کے تمام مضامین مجھے بے حد پسند آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔

تبسم محراج

شیخ العالم، اسکول، سنر (کشمیر)

میرا نام ابوسعد ہے۔ میں نویں جماعت میں ہوں۔ سب سے پہلے میں قومی اردو کونسل کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہم بچوں کے لیے اتنے دلچسپ اور خوبصورت میگزین کی شروعات کی۔ 'بچوں کی دنیا' سے بہت محبت ہے مجھے۔ میرا اس سے تعلق یوں ہوا کہ میں ایک دفعہ بازار سے گزر رہا تھا تو میری نظر ایک دکان پر گئی جہاں ایک رسالہ رنگین صفحات میں چمک رہا تھا۔ میں نے اس رسالے کا دام پوچھا صرف دس روپے بتایا میرے دل کو اتنا موہ لیا پل بھر میں کہ وہ رسالہ خرید لیا اور پڑھا تو بہت اچھا لگا اور اب مجھے ہر ماہ بے صبری سے انتظار رہتا ہے اس رسالے کا۔ میری اللہ سے یہی دعا ہے کہ یہ رسالہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کرے، آمین!

ابوسعد ابن عمر فاروق

متعلم حرا جونیئر ہائی اسکول، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ یوپی

انکل میرا نام سعیدہ مریم فاطمہ ہے۔ 17 مارچ کو میں 5 برس کی ہو جاؤں گی۔ میرے ابو امی مجھے بچوں کی دنیا میں سے کہانیاں سناتے ہیں۔ مجھے پینٹنگ کا بہت شوق ہے۔ مجھے میری تصویر بچوں کی دنیا میں دیکھنی ہے۔ انکل پلیز میری تصویر اگلے شمارے میں چھاپ دیجیے۔

سعیدہ مریم فاطمہ

میرا نام عذرا شمیم ہے۔ میں چار سال کی ہوں اور ذاکر نگر، جامعہ نگر میں واقع خدیجہ الکبریٰ گرلس پبلک اسکول میں نرسری کی طالبہ ہوں۔ 'بچوں کی دنیا' میں خود تو پڑھ نہیں پاتی لہٰذا میرے ابو جناب شمیم اختر صاحب مجھے اس سے کہانیاں سناتے ہیں جو بہت اچھی لگتی ہیں۔ میں کارٹون دیکھتی ہوں جو مجھے بہت پسند ہے۔

عذرا شمیم

جوگا بائی ایکسٹینشن، جامعہ نگر، نئی دہلی

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

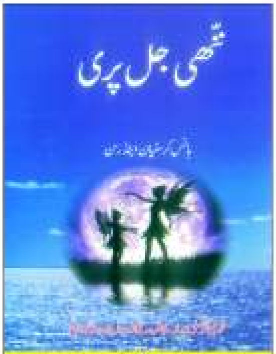

صفحات:33، قیمت:11 روپے

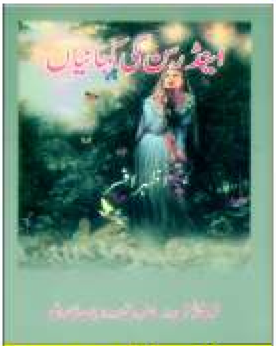

صفحات:62، قیمت:12 روپے

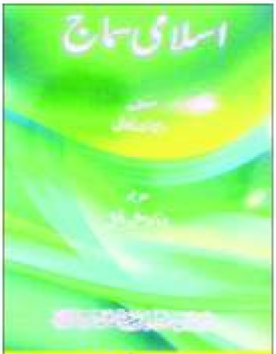

صفحات:701، قیمت:224 روپے

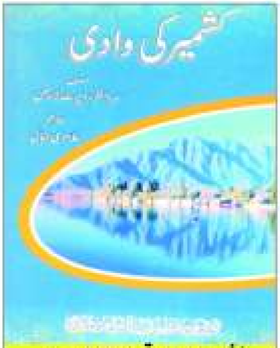

صفحات: 587، قیمت:217 روپے

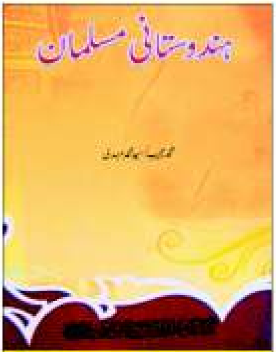

صفحات: 812، قیمت: 228 روپے

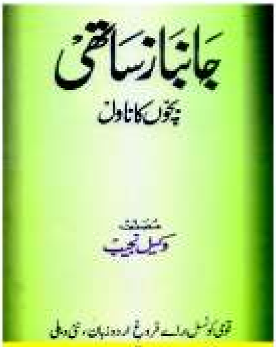

صفحات:200، قیمت:42 روپے

صفحات:142، قیمت:70 روپے

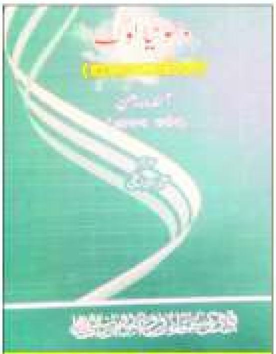

صفحات:80، قیمت:64 روپے

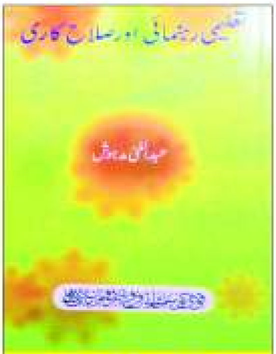

صفحات: 273، قیمت:109 روپے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون:011-26109746 فیکس:011-26108159 E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

BACHON KI DUNIYA Monthly, November 2015, Vol. 03, Issue: 11
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India
RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439-2013-15
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/10/15
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month

سوچھ بھارت
ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

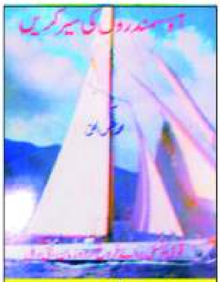

صفحات:154، قیمت:20 روپے

صفحات: 78، قیمت:40 روپے

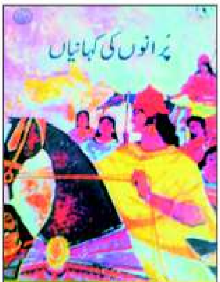

صفحات:65، قیمت:30 روپے

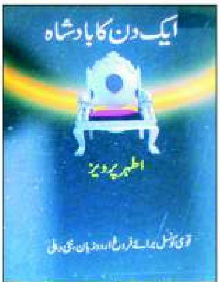

صفحات:64، قیمت:40 روپے

صفحات: 66، قیمت:12 روپے

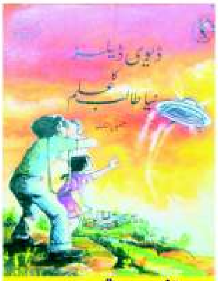

صفحات: 128، قیمت:90 روپے

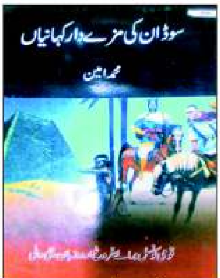

صفحات:62، قیمت:14 روپے

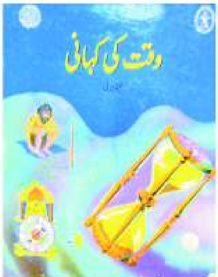

صفحات:128، قیمت:90 روپے

منگانے کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون:011-26109746، فیکس:011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

Printed and Published by Prof. Syed Ali Karim, Director, NCPUL on behalf of NCPUL, FAROGH-E-URDU-BHAWAN, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi-110025 and printed at S. Narayan & Sons, B-88, Okhla Indl. Area, Phase-II, New Delhi-110020 on 80 GSM Art Paper produced by JK Editor : Prof. Syed Ali Karim, Tel : 49539000